موت کا سفر

ایم الیاس

پہلی قسط

[illegible]

موت کا سفر

ایم الیاس

قسط : 2

”کیا یہ تمہارا اندازہ ہے؟“ رنجیت نے پوچھا۔ ”کیا تم نے یہ پتھر کسی اچھے جیولر کو دکھایا تھا؟ وہ کیا کہتا ہے؟“

”ہاں...... میں اس کا صحیح تخمینہ لگانے کے لئے دو تین سناروں کے پاس گیا تھا۔“ دشوانا تھ نے جواب دیا۔ ”پھر میں امرلال، منوہر لال کی دکان پر بھی گیا تھا۔ امرلال نے اس کا صحیح تخمینہ لگانے کے لئے اپنے پاس رکھنے کے لئے کہہ رہا تھا، اس لئے کہ یہ قیمتی ہے مگر میرے لئے اتنا ہی جاننا کافی تھا کہ یہ قیمتی ہے۔ میں یہی معلوم کرنے کے لئے گیا تھا اور پھر میں ایک چھوٹے سے جیولر کے پاس بھی گیا تھا۔ اس کا مالک اچھا اور شریف آدمی تھا، اس نے مجھے بتایا کہ یہ پتھر نہ صرف نایاب بلکہ قیمتی بھی ہے اور گوپال نے نقشے میں اس جگہ کی نشاندہی کی ہے جہاں اس جیسے لاتعداد پتھر مل سکیں گے۔“

”واقعی......؟“ پرساد نے تحیر زدہ لہجے میں کہا۔ رنجیت اور نریندر کے چہرے بھی دمک اٹھے اور ان کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ نریندر نے کہا۔ ”ڈاکے مارنے سے کہیں بہتر ہے کہ ان پتھروں کے خزانے کو ڈھونڈا جائے، پھر ہم سب کروڑ پتی بن جائیں گے، ہماری کایا پلٹ جائے گی۔“

”تو تم لوگ میرے ساتھ اس پُر خطر مہم کو سر کرنے کے لئے تیار ہو؟“ دشوانا تھ نے کہا۔ ”بے پناہ دولت ہماری منتظر ہے، لکشمی دیوی۔“

”کیوں نہیں، کیوں نہیں......“ ان تینوں نے سر ہلاتے ہوئے پُر جوش لہجے میں کہا۔ ”کب اور کس وقت؟“ پرساد نے دریافت کیا۔ ”کیسے جائیں گے؟“

”تم لوگوں کی نظر سے بمل گپتا کا مضمون گزرا......؟ اپنے اسٹیمر میں دنیا کے گرد ایک چکر لگا کر آیا ہے۔“ دشوانا تھ بولا۔ ”وہ مضمون آج کے اخبار میں چھپا ہے۔“

”ہاں...... میں نے وہ مضمون پڑھا ہے۔“ رنجیت نے کہا۔ ”اس کے پاس اپنا اسٹیمر ہے، اگر وہ تیار ہو گیا تو بڑی مشکل حل ہو جائے گی۔ اس کے اسٹیمر میں ہم خزانہ چھپا کر لا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس شہر سے بھی نکل کر جا سکتے ہیں، ایک پنتھ دو کاج ہو جائیں گے، یہ سنہری موقع ہے۔“

”اس شبھ کام میں پھر دیر نہیں ہونا چاہئے۔“ پرساد نے کہا۔ ”میرا مشورہ ہے کہ آج ہی جا کر بمل گپتا سے ملو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے؟“

شام کے وقت دشوانا تھ اپنے ہمراہ رنجیت کو لے کر اس کے گھر پہنچا۔ بمل گپتا اس وقت گھر پر ہی موجود تھا۔

دشوانا تھ نے بمل گپتا کے متعلق جو مضمون پڑھا تھا، اس کے ذہن میں ایک بوڑھے خرانٹ دولت مند کا نقشہ تھا جو بے حد چڑ چڑا اور مغرور قسم کا ہوگا لیکن وہ ان کی سوچ کے برعکس نکلا۔ اس کی عمر پینتیس اور چالیس برس کے درمیان ہوگی۔ وہ نکی تھا اور نہ ہی مغرور قسم کا معلوم ہوتا تھا۔ اس عمر میں بھی وہ نوجوانوں کی طرح چاق و چوبند تھا۔ وہ ٹھنڈے مزاج کا آدمی لگتا تھا۔ وہ خوش پوشاک بھی تھا۔ اس کی شخصیت نے ان دونوں کو متاثر کیا تھا۔

تھوڑی دیر کی گفتگو سے بمل گپتا کے بارے میں دشوانا تھ کو اندازہ ہو گیا، وہ نہ صرف بے حد سلجھا ہوا ہے بلکہ تیز اور ہوشیار قسم کا بھی ہے۔ دشوانا تھ نے اپنی آمد کا مقصد اس پر واضح الفاظ میں ظاہر کر دیا۔ اس نے چھپانا بہتر نہیں سمجھا۔ اس نے اپنی تجویز اس لئے اس کے سامنے پیش کی تھی کہ اسے اعتماد میں لیا جائے لیکن اس نے گوپال کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بتایا۔

پھر اس نے سرخ پتھر بمل گپتا کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”آپ یہ سمجھ لیں کہ ایسے قیمتی اور نایاب پتھر سیکڑوں میں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں وہاں موجود ہیں بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ ہوں۔ صاف بات یہ ہے کہ اس کا حصول آسان نہیں ہے، ہمیں آپ کے ہمراہ...... راہ کی دشواریوں اور خطروں کا مقابلہ کرنا ہے جو آپ کے تعاون کے بغیر ناممکن ہے۔ سیاحت اور نگری نگری دیکھ کر جو تجربہ برسوں کے بعد آپ نے حاصل کیا ہے، وہ ہماری منزل مراد ہے، اس لئے ہم حاضر......“ دشوانا تھ نے دانستہ اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا تاکہ اس کا ردعمل دیکھے کہ وہ کیا کہتا ہے۔

بمل گپتا نے اس سرخ پتھر کو کسی جوہری کی طرح اٹھا کر اسے الٹ پلٹ کر بڑے غور اور ناقدانہ نظروں سے دیکھا۔ ادھر دشوانا تھ اس کا چہرہ پڑھ رہا تھا جس پر مختلف تاثرات ابھر رہے تھے۔ اس کی آنکھوں کو بھی دیکھ رہا تھا۔ اس نے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں میں دلچسپی کی چمک دیکھ کر محسوس کر لیا کہ بمل گپتا تعاون کے لئے ذہنی طور پر آمادہ ہو رہا ہے۔ دشوانا تھ کو امید سی بندھ چلی۔

چند لمحوں کے بعد بمل گپتا نے پتھر لوٹاتے ہوئے کسی قدر سپاٹ اور جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔ ”مسٹر دشوانا تھ...... بات یہ ہے کہ میں نے خزانوں کی تلاش میں کئی سفر کئے۔ جو سیر و سیاحت برسوں سے کرتا چلا آ رہا ہوں، اس کا پس منظر بھی یہی ہے لیکن مجھے ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ میں نے دو ایک جزیروں کے باشندوں سے ہیرے اور موتی خریدے، مجھے ان سے اتنا منافع ملا کہ سفر کے اخراجات نکل آئے اور اتنی رقم پس انداز ہو گئی کہ دوبارہ سیاحت پر جا سکوں۔ لیکن اس کے باوجود میں کافی نقصان اٹھا چکا ہوں۔ میرا نہ صرف وقت ضائع ہوا بلکہ کاروبار بھی متاثر ہوا، اب مزید نقصان اٹھانے کے لئے کسی قیمت پر تیار نہیں ہوں اور یہ کہ میں ایک لمبے اور دشوار گزار سفر سے لوٹا ہوں، ابھی تو میری تھکن بھی نہیں اتری ہے اور میں کاروبار کی جانب توجہ بھی نہیں دے پایا ہوں۔“

دشوانا تھ کا اندازہ یکسر غلط ثابت ہوا۔ اسے بڑی مایوسی ہوئی لیکن وہ حوصلہ ہارنے والوں میں سے نہ تھا۔ اس نے جواب دیا۔

”آپ کا کوئی مالی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ سفر کے تمام اخراجات ہم اٹھائیں گے اور آپ کو ایک پیسہ بھی خرچ کرنے نہیں دیں گے تاہم آپ کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ آپ نہ صرف جہاز رانی کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں بلکہ بہت سارے مقامات اور جزیروں کا بھی علم رکھتے ہیں۔ ہم آپ کو ساتھ چلنے پر مجبور نہیں کریں گے، آپ اگر تیار نہ ہوئے تو پھر ہم خود اسی بیش بہا خزانے کی تلاش میں نکل پڑیں گے۔“

بمل گپتا اس کا آخری جملہ سن کر چونکا۔ اس نے گہری نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے مشکوک لہجے میں پوچھا۔ ”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آخر اس قدر عجلت کس لئے؟ کیا کوئی ایسی بات ہے جو مجھ سے پوشیدہ اور راز میں رکھی جا رہی ہے؟ بہر حال جو بات بھی ہو، مجھے صاف صاف بتائیں، میں ایک صاف گو آدمی ہوں اور صاف گوئی کو بہت پسند کرتا ہوں۔“

”ہم جلد بازی نہیں کر رہے ہیں۔“ رنجیت نے جواب دیا۔ ”ہم بہت پہلے سے ہی اس کی تیاری کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آج اتفاق سے اخبار میں آپ کا لکھا ہوا مضمون نظر سے گزرا تو آپ کا خیال آیا کہ آپ اس مہم جوئی میں بہت مفید ثابت ہو سکتے ہیں، بس اتنی سی بات ہے۔“

”تو گویا آپ کے سفری کاغذات، پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ تیار ہے؟“ بمل گپتا نے رسمی انداز میں دریافت کیا۔ پھر اسے جیسے کچھ یاد آیا تو اس نے سوال کیا۔ ”آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جانا کہاں ہے؟ منزل کون سی ہے؟“

دشوانا تھ ذہنی طور پر اس سوال کے لئے تیار نہ تھا اور نہ ہی اس کے بارے میں اس نے سوچا تھا کہ بمل گپتا یہ سوال کرے گا۔ یہ ایک اہم نوعیت کا سوال تھا۔ وہ گڑبڑا سا گیا تھا لیکن اس نے خود کو فوراً ہی سنبھالا۔ اس نے رنجیت کو اشارہ کیا کہ وہ جواب دے۔

”تفصیلات میں جانے سے قبل یہ ضروری ہے کہ چند ابتدائی اور اصولی باتیں آپس میں طے کر لی جائیں۔“ رنجیت نے نپے تلے الفاظ میں جواب دیا۔

”مثلاً آپ کیا معاملات طے کرنا چاہتے ہیں؟“ بمل گپتا نے کہا۔ ”میں سننے کے بعد ہی عرض کروں گا۔“

”مثلاً سب سے پہلے یہ بات طے کر لی جائے کہ آپ ہمارے ساتھ اس مہم پر چلنے کے لئے تیار ہیں کہ نہیں؟ اگر آپ ساتھ چلنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو پھر آخر تک ہمارا ساتھ دینا ہوگا۔ جب یہ معاملات طے ہو جائیں تب ہی ہم تفصیل سے بات کرنے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ ہم اسی وقت آپ کو اعتماد میں لے کر بتائیں گے کہ کہاں چلنا ہوگا۔ یہ بہت ہی اہم معاملہ ہے، آپ کیا کہتے ہیں؟“

بمل گپتا نے رنجیت کی بات کو بڑے غور اور توجہ سے سنا، پھر اس نے ایک گہرا سانس لے کر کہا۔ ”آپ کی بات نہایت معقول ہے، میں اس سے انکار نہیں کروں گا مگر مشکل یہ ہے کہ جب تک مجھے تمام تفصیلات کا علم نہ ہو، میں اس بات کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ مہم فائدہ مند ثابت ہوگی کہ نہیں۔ میں گھاٹے کا سودا کرنے کا قائل نہیں ہوں۔“

دشوانا تھ نے پھر رنجیت کی طرف دیکھا۔ وہ بڑا ذہین تھا، اسے گفتگو کا فن اور انسانی نفسیات کا بڑا تجربہ تھا۔ اس نے گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔ ”کیوں نہ ہم اس مہم جوئی کے معاملات پر اس طرح سے سوچیں اور غور کریں کہ ہم آپ کی ماہرانہ خدمات حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ہمیں ایک دور دراز علاقے کا سفر درپیش ہے لہٰذا آپ اپنے تجربے اور وسائل سے کام لیتے ہوئے ہمیں اس علاقے تک پہنچانے کی ذمہ داری قبول کر لیں جہاں یہ کروڑوں کی مالیت کا خزانہ موجود ہے۔ اس کے عوض آپ جملہ اخراجات کے علاوہ اپنی خدمات کے سلسلے میں جو معاوضہ بھی وصول کرنا چاہتے ہیں، وہ بغیر کسی جھجک کے صاف صاف بتا دیں، ہم نہیں چاہتے کہ آپ کے ساتھ نا انصافی یا کوئی زیادتی ہو۔“

بمل گپتا اس کی بات سے بڑا متاثر ہوا، پھر اس نے رنجیت کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں نہیں جانتا کہ مجھے کتنا فائدہ ہوگا، کتنا نقصان؟ میں نے آپ کی باتوں سے یہ محسوس کیا ہے کہ آپ کے دلوں میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، آپ کی باتوں میں خلوص اور سچائی ہے۔ آپ لوگ نیک نیتی کے جذبے سے آئے ہیں۔“ بمل گپتا نے سانس لینے کے لئے چند لمحے توقف کیا، پھر اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ ”چونکہ اس مہم جوئی کے نتیجے میں ایک بڑا خزانہ ہاتھ آنے کی امید ہے، اس لئے میں چاہوں گا کہ مجھے بھی اس خزانے میں حصہ دار بنا لیا جائے۔ ایک مقررہ قسم کی عوض میں اپنے حصے سے دستبردار ہونا پسند نہیں کروں گا۔ میں انصاف کی بات کر رہا ہوں۔“

رنجیت کو بمل گپتا کی بات بڑی ناگوار گزری۔ اس کے چہرے پر جھنجلاہٹ کے آثار پیدا ہوئے۔ دشوانا تھ نے محسوس کر لیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بات خراب ہو۔ بمل گپتا کا لہجہ خالص کاروباری تھا۔ دشوانا تھ کو بھی تلخ محسوس ہوا تھا، اس لئے وہ قدرے تیز لہجے میں بولا۔ ”اگر ہم کسی فریب کا شکار ہو رہے ہیں تو دوسری بات ہے۔ کیا آپ کو ہماری باتوں سے اندازہ نہیں ہوا کہ ہم ریاکاری اور منافقت سے کام نہیں لے رہے ہیں۔ میرے ساتھی نے آپ کو پیشکش کی ہے، اس پر شک ہے تو آپ بتائیں کہ ہم اپنی نیک نیتی کی کیا ضمانت پیش کریں؟“

”آپ میرے اس کاروباری لہجے پر ناراض نہ ہوں۔“ بمل گپتا نے ہنس کر کہا۔ ”میں چونکہ ایک کاروباری شخص ہوں، اس لئے جو بھی کام کرتا ہوں تو نفع اور نقصان کو پیش نظر رکھتا ہوں، پھر اس کام کو شروع کرتا ہوں۔ دراصل میں نے اپنی بات پوری نہیں کی۔ میں آپ کی پیشکش کو ذرا سی تبدیلی کے ساتھ قبول کرنا چاہتا ہوں۔ آپ میرے بینک کے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار کی رقم جمع کرا دیں۔ یہ ایک طرح سے زر ضمانت ہوگا۔ اگر ہم بامراد لوٹے تو آپ کو یہ رقم لوٹا دوں گا، یہ ایک طرح سے امانت ہوگی لیکن میں یہ بات بتا دوں کہ اس خزانے میں برابر کا حصے دار ہوں گا۔“

”ہمیں منظور ہے۔“ رنجیت نے اثبات میں سر ہلایا۔ ”لیکن میں بھی آپ کو ایک بات بتا دوں کہ ہم کل چار ساتھی ہیں، جو کچھ ہاتھ لگے گا، وہ مساوی طور پر پانچ حصے داروں میں تقسیم ہوگا، کسی کے ساتھ حصے میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔ اب آپ کیا فرماتے ہیں؟“

”پانچ میں نہیں، چھ حصوں میں......“ بمل گپتا نے فوراً درمیان میں کہا۔ ”کیونکہ میرا بھی ایک ساتھی ہے، اسے بھی حصہ ملنا چاہئے۔“

”ٹھیک ہے۔“ دشوانا تھ اور رنجیت نے رضامندی کا اظہار کیا۔

”ایک اور بہت ہی اہم اور ضروری بات ہے۔“ بمل گپتا نے سنجیدگی سے کہا۔ ”ایک دوسرے پر بھروسا اور باہمی تعاون لازمی ہوگا ورنہ ہم کامیاب نہ ہو سکیں گے۔“

دشوانا تھ اور رنجیت نے اثبات میں سر ہلایا، پھر دشوانا تھ نے گوپال سے حاصل ہونے والے کاغذات بمل گپتا کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ وہ کاغذات ہیں جو ہمیں منزل تک پہنچانے میں رہنمائی کریں گے۔ ہم ان کے بغیر سفر کا آغاز نہیں کر سکتے، آپ انہیں دیکھ لیں۔“

بمل گپتا نے ان کاغذات پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈالی، پھر وہ چند لمحوں کے بعد ان کاغذات کو لے کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔ ”بغیر چشمے کے صاف نظر نہیں آ رہا ہے۔ ایک منٹ، میں ذرا اپنا چشمہ لے آؤں۔“

اس سے پہلے کہ دشوانا تھ یا رنجیت اس سے کچھ کہتے، وہ تیزی سے لپکتا ہوا عمارت کے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ایک منٹ میں واپس آ رہا ہے لیکن اس کی واپسی ایک منٹ کیا، پانچ منٹ میں بھی نہیں ہوئی۔

رنجیت نے بے قراری سے پہلو بدلا، پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔ ”کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ ہمیں چکما دے کر عقبی راستے سے نکل گیا۔ کیوں نہ ہم چل کر دیکھ لیں؟ چلو اٹھو۔“

دشوانا تھ نے اسے تسلی دی۔ ”کہاں جائے گا، تم فکر مند اور پریشان مت ہو، میرے پاس ان کاغذات کے فوٹو اسٹیٹ ہیں۔“

لیکن جب بمل گپتا کی غیر حاضری کا وقفہ طویل ہونے لگا تو دشوانا تھ کو بھی فکر لاحق ہونے لگی۔ ”پتا نہیں کیا گڑبڑ ہو گئی ہے؟“

ان دونوں میں سرگوشیوں میں باتیں ہو رہی تھیں کہ اسی وقت بمل گپتا اندر سے آیا۔ اس نے معذرت آمیز لہجے میں کہا۔ ”معاف کیجئے گا کہ میں بھول گیا تھا کہ میں نے چشمہ کہاں رکھا تھا، تلاش کرنے میں تھوڑی دیر ہو گئی، آپ مجھ پر شک تو نہیں کرنے لگے تھے؟“

”نہیں تو......“ دشوانا تھ نے نفی میں سر ہلا دیا۔ ”ہمیں آپ پر اعتبار ہے، بداعتمادی کی کوئی وجہ نہیں۔“

بمل گپتا نے اپنی آنکھوں پر چشمہ چڑھا کر اس کاغذ کو بڑے غور سے دیکھا جس پر گوپال نے نقشے کی شکل میں اس جگہ کی نشاندہی کی تھی جہاں انہیں جانا تھا اور جہاں خزانہ محفوظ تھا۔ گوپال نے نقشہ بنانے میں بڑی مہارت دکھائی تھی۔

بمل گپتا کے چہرے سے انتہائی دلچسپی کا اظہار ہو رہا تھا۔ چند لمحوں تک وہ اس طرح کھو گیا جیسے وہ وہاں اس مقام پر پہنچ گیا ہو۔ وہ تھوڑی دیر تک دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گیا، اسے دشوانا تھ اور رنجیت کی موجودگی کا احساس تک نہیں رہا۔

جب اس نے نقشہ تپائی پر رکھا تو اس کا چہرہ دبے دبے جوش سے سرخ ہو رہا تھا۔ رنجیت نے اس سے سوال کیا۔

”کیا آپ کو اس نقشے سے کچھ اندازہ ہوا کہ یہ جگہ کون سی ہے اور کہاں پر واقع ہے اور یہ مہم کیسی رہے گی؟“

”انتہائی دلچسپ مہم ثابت ہوگی۔“ بمل گپتا نے لرزیدہ سی آواز میں جواب دیا۔

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم منزل پر با آسانی پہنچ جائیں گے۔“ دشوانا تھ نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

”جی نہیں۔“ بمل گپتا نے ناک پر چشمہ درست کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ اس خوش فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔“

”وہ کیوں؟“ دشوانا تھ کے چہرے پر حیرت چھا گئی۔ ”پھر دلچسپ مہم سے کیا مراد لی جا سکتی ہے؟“

”دراصل میں نے اپنی بات پوری نہیں کی۔“ بمل نے کہا۔ ”یہ مہم اس لئے دلچسپ ہے کہ اس میں خطرات بھی ہیں اور سنسنی خیزی بھی۔“

”وہ کیسے؟“ رنجیت نے سوال کیا۔ ”آپ کی بات میری کچھ سمجھ میں نہیں آئی، زحمت نہ ہو تو وضاحت سے بتائیں۔“

”یہ جگہ دنیا کے گنجان ترین جنگل میں ہے۔“ بمل گپتا نے جواب دیا۔ ”جہاں سے زندہ واپس آنا کسی معجزے سے کم نہیں ہوگا، جو کوئی ادھر بھولے بھٹکے گیا، وہ واپس نہیں آیا، اس لئے میں آپ لوگوں کو ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔“

”کیسا مشورہ؟“ رنجیت نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

”میرا مشورہ ہے کہ آپ وہاں جانے کا خیال دل سے نکال دیں۔“ بمل گپتا نے قدرے سنجیدگی سے کہا۔

”یہ تو بزدلی کی بات ہوئی۔“ دشوانا تھ نے کہا۔ ”کروڑوں بلکہ اربوں کی مالیت کے خزانے سے موت کے ڈر سے دستبردار ہو جائیں۔ اتنی ساری دولت تو خواب میں بھی نہیں مل سکتی۔ ہم اور آپ اس سے اپنا مستقبل تابناک بنا سکتے ہیں۔“

”آپ دولت کے حصول کے اندھے جنون میں کسی اور انداز سے سوچ رہے ہیں۔“ بمل گپتا نے کہا۔ ”آپ لوگ ایک نہیں، دو تین مرتبہ اچھی طرح غور کر لیں کیونکہ دنیا کا کوئی خزانہ زندگی جیسی انمول دولت کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ دولت کے لئے جذباتی ہونا اور اس کے خواب دیکھنا......“

”ہم ان میں سے نہیں ہیں جو موت اور مشکلات کے خوف سے بزدلوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوں۔“ دشوانا تھ نے برا سا منہ بنایا تھا کیونکہ اسے بمل گپتا کا ناصحانہ مشورہ بہت برا لگا تھا۔ ”موت سے کھیلنا ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسے فٹ بال کھیلنا۔“

”مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے؟“ بمل گپتا نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ”کیا آپ کو وادی ایمیزن کے جنگلات کے بارے میں کچھ علم ہے؟“

”نہیں زیادہ علم نہیں ہے۔“ رنجیت نے نفی میں سر ہلایا۔ ”کیا آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں؟ کیا وہاں سے گزرے ہیں؟“

”وہ نہایت عجیب و غریب پُر اسرار اور طلسماتی وادی ہے۔“ بمل گپتا بتانے لگا۔ ”بہت سارے بحری جہاز بلکہ ہوائی جہاز بھی اس کی حدود میں جا کر پُر اسرار طور پر لاپتا ہو گئے ہیں، اسے مسٹری زون کہا جاتا ہے جو سمندر پر مشتمل ہے۔ کیا یہ باعث حیرت اور ناقابل یقین نہیں ہے کہ جو چیز اس کی حدود میں آ جاتی ہے، وہ کسی گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہو جاتی ہے، پھر اس کا نام و نشان نہیں ملتا۔ اب تک سیکڑوں ہوائی اور بحری جہاز غائب ہو چکے ہیں کہ ان کا کوئی سراغ اور نام و نشان تک نہ مل سکا اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی معلومات ان کے متعلق مل سکی ہیں کہ ان پر کیا گزری...... برمودا ٹرائنگل کے آس پاس برمودا جزائر ہیں۔ دنیا کے بہت سے سائنسدان اور محقق اس پُر اسرار اور حیرت انگیز مسئلے کو حل کرنے کی سوچ بچار میں کافی عرصے سے مصروف ہیں اور کئی صدیوں کی کوششوں کے باوجود انہیں کوئی کامیابی نصیب نہیں ہو سکی۔ پہلے تو سمندر میں اس حدود سے گزرنے والے، بحری جہاز غائب ہو جاتے تھے لیکن بعد میں جو جہاز بھی اس حدود کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا گیا، وہ بھی غائب ہو گیا۔

بحری جہازوں میں کئی لاکھ ٹن تیل موجود ہوتا ہے اور تیل پانی میں نہیں ملتا بلکہ پانی کے اوپر تیرنے لگتا ہے لیکن کبھی کسی جہاز کا تیل پانی کے اوپر نظر نہیں آیا اور نہ ہی جہاز کی کسی اور چیز کا نام و نشان ملا۔ برمودا جزائر کے پاس سمندر کے اس علاقے میں اس طرح سیکڑوں جہازوں کے گم ہو جانے کے سلسلے میں مختلف توجیہات پیش کی گئیں لیکن یہ سب مختلف اور متضاد تھیں۔ کوئی بات اب تک حتمی طور پر معلوم نہیں کی جا سکی اور یہ قدرت کا ایک سربستہ راز بن گیا ہے۔ جس پر آج ساری دنیا حیران ہے۔ اس قدر سائنسی ترقی، سیٹلائٹ، ریڈار سسٹم اور جدید ترین ٹیکنالوجی بھی ناکارہ ہو کر رہ گئی ہے۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ انسان چاند پر پہنچ گیا ہے، مریخ کے اسرار پتا چل گئے لیکن جدید کمپیوٹر کے دور میں بھی اس راز اور پُر اسراریت سے پردہ نہیں اٹھ سکا۔ میں نے تمام باتیں بتا دیں۔ اس روشنی میں آپ لوگ فیصلہ کر لیں۔“

”آپ نے یہ کہانی اس لئے سنائی ہے کہ ہم آپ کی طرح خوفزدہ ہو کر پیچھے ہٹ جائیں۔“ دشوانا تھ نے کہا۔ ”ہم خوفزدہ بالکل نہیں ہیں۔“

”نہیں، یہ بات نہیں بلکہ خطرات سے کھیلنا خود میری کمزوری، شوق اور جنون رہا ہے۔“ بمل گپتا نے کہا۔ ”میں آپ لوگوں کے ساتھ کوئی فریب کرنا نہیں چاہتا، میں نے تمام باتیں اس لئے وضاحت سے بیان کی ہیں کہ آپ لوگ خطرات سے آگاہ ہو جائیں۔ یہ جگہ مسٹری زون کے قریب ہے۔ ہمیں مسٹری زون کے سمندر سے ہٹ کر گزرنا ہوگا۔ آپ ان تمام باتوں کے باوجود پھر بھی چلنے کے لئے تیار ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی کیونکہ وہ لوگ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں جو موت سے نہیں ڈرتے اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مردانہ وار اس سے لڑتے ہیں۔“

”اچھا یہ بتائیں آپ نے جو دنیا کے گرد ایک چکر لگایا ہے، کسی اور بھی عجیب و غریب جگہ کے بارے میں معلوم ہوا؟“ رنجیت نے تجسس سے پوچھا۔

”ہاں۔“ بمل گپتا نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ ”یہ جان کر بڑی حیرانی ہوگی کہ ہونولولو سے چھتیس میل کے فاصلے پر واقع ساحل کے ساتھ کوئی نصف میل تک ایسی ریت پائی جاتی ہے، جس میں سے کتوں کے بھونکنے جیسی آوازیں نکلتی ہیں۔ اس ریت پر چلا جائے یا اسے دو مٹھیوں میں لے کر رگڑا جائے یا اگر تیز ہوا چل رہی ہو تو اس میں سے یہ مخصوص آواز سنائی دیتی ہے۔ اس آواز کا انحصار درجہ حرارت یا ریت کی خشکی اور رگڑ کی قوت پر ہے۔ جتنی زیادہ ریت خشک ہوگی، اتنی ہی تیز آواز پیدا کرے گی۔ جزیرے میں اسی مخصوص ریت کے اونچے اونچے ٹیلے بھی موجود ہیں۔ ایسی ریت دنیا کے کئی اور علاقوں میں بھی پائی جاتی ہے اور ہر جگہ اسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے، مثلاً افغانستان میں اسے بجنے والی ریت، جنوبی افریقہ میں چیخنے والی ریت، جزائر ہوائی میں بھونکنے والی ریت، بعض جگہ اسے گانے والی ریت بھی کہا جاتا ہے۔ سائنسدان ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکے کہ اس ریت سے یہ عجیب و غریب آوازیں کیوں جنم لیتی ہیں۔ بہر حال اب تک جو تحقیقات ہوئی ہیں، اس کے مطابق یہ آوازان ہواؤں سے پیدا ہوتی ہے جو ریت کی سطح پر جم جاتی ہیں یا جذب ہو جاتی ہیں۔ ہوا کی اس تہہ کی وجہ سے ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور مخصوص قسم کی آوازیں سنائی دینے لگتی ہیں۔ آواز کا انحصار ریت کی قسم، بناوٹ اور اس کی سطح پر ہے۔“

”یہ عجیب و غریب باتیں سن کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دنیا میں عجائبات کی کوئی کمی نہیں ہے۔“ رنجیت نے کہا۔

”اگر کوئی اور بات پوچھنا یا سوال کر کے تسلی کرنا ہے تو بتائیں۔“ بمل گپتا نے کہا۔ ”میں ہر بات کا جواب دینے کے لئے تیار ہوں۔“

”اب تو تقریباً سارے معاملات طے ہو گئے ہیں۔ ہم کل ہی پہلی فرصت میں زر ضمانت جمع کرائے دیتے ہیں۔ آپ اپنا اکاؤنٹ نمبر اور بینک کا نام بتائیں۔ رقم جمع کرنے کے بعد آپ کو ڈپازٹ سلپ دے دی جائے گی۔“ رنجیت نے بات ختم کرنے کی غرض سے کہا۔

دشوانا تھ نے کاغذات بمل گپتا کے ہاتھ سے لے لئے، پھر رنجیت نے اس سے اکاؤنٹ نمبر اور بینک کا نام پوچھا اور وہ جانے کیلئے کھڑے ہو گئے۔

رخصت ہونے سے قبل دشوانا تھ نے بمل گپتا سے آخری بار پوچھا۔ ”روانگی کب اور کیسے ہوگی، یہ ابھی بتا دیا جائے تاکہ تیاری کر سکیں۔“

”اگر آپ کے سفری کاغذات تیار ہیں تو دیر سے روانہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔“ بمل گپتا نے کہا۔ ”دو دن بعد کسی بھی وقت ہم روانہ ہو سکتے ہیں۔ سفر کی تیاری، منصوبہ بندی اور تفصیلات طے کرنے میں کچھ وقت لگے گا لہٰذا کل کسی وقت مجھ سے مل لیں تو بہتر ہوگا۔“

باہر آتے ہی دشوانا تھ نے رنجیت سے پوچھا۔ ”اس آدمی سے ملنے اور بات کرنے کے بعد تم نے کیا رائے قائم کی، کیسا آدمی لگا؟“

”تیز آدمی ہے۔“ رنجیت نے چند لمحے سوچنے کے بعد جواب دیا۔ ”اس لئے ہمیں ہوشیار اور محتاط رہنا ہوگا، اس پر مکمل بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔“

خود دشوانا تھ کی بھی بمل گپتا کے بارے میں یہی رائے تھی، اس لئے وہ تائیدی انداز میں سر ہلا کر رہ گیا۔

موت کا سفر

ایم الیاس
قسط : 3

نرنجن نے پوچھا۔ ''یہ کیسی بو ہے؟ سر چکرا رہا ہے، یہ پورے کمرے میں پھیلی ہوئی ہے۔''

سدھیر نے فوراً ہی نرنجن کا ہاتھ پکڑا اور پھر اسے باہر کی طرف تیزی سے کھینچتا ہوا لے گیا۔

''بھاگو...... بھاگو...... یہاں کوئی زہریلی گیس پھیلی ہوئی ہے، کہیں یہ جان نہ لے لے۔'' سدھیر نے تیزی سے کہا۔

انہوں نے دروازے پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ عمارت کے اندرونی حصے سے کسی کے ہذیانی انداز سے زور سے چیخنے کی آواز سنائی دی۔

کمرے سے باہر آتے ہی دونوں ٹھٹک کر رک گئے۔ ان کی سانسیں اس طرح پھولنے لگی تھیں جیسے وہ بہت دور سے بھاگتے ہوئے آئے ہوں۔

''شاید امرلعل خطرے میں ہے۔'' سدھیر چونک کر اور سانس پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ ''شاید اسی لئے اس نے چیخ ماری ہے؟''

سدھیر نے فوراً ہی جیب سے رومال نکال کر ناک پر رکھا اور ایک ہاتھ سے اسے دباتا ہوا عمارت کے اندرونی حصوں کی سمت بجلی کی سی سرعت سے لپکا۔ نرنجن بھی خوف کی سی حالت میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس کی سانس ابھی تک قابو میں نہیں آئی تھی۔

گھر کے اندر کے تمام کمروں کے دروازے کھلے ہوئے تھے جیسے انہیں دانستہ کسی وجہ سے کھلا رکھا گیا تھا۔ امرلعل کا کمرہ اندر تھا۔ وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں ہوتے ہوئے امرلعل کی خواب گاہ میں گھس گئے۔ اس کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ پھر وہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ ان کی نس نس میں کوئی چیز زن زن کرتی ہوئی اُترتی چلی گئی اور وہ بت بنے رہ گئے۔

ان کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ نرنجن کے گلے سے گھٹی گھٹی چیخیں نکلنے لگیں، اس کی حالت غیر ہونے لگی۔

ان کے سامنے ایک ایسا دل خراش منظر تھا کہ ان دونوں کی سٹی گم ہوگئی تھی۔ نظریں تھیں کہ ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔

امرلعل کی خواب گاہ میں نائٹ بلب کی مدھم نیلگوں روشنی پھیلی ہوئی تھی جس نے اس منظر کو اور بھیانک اور روح فرسا بنا دیا تھا۔

بستر کے دوسری طرف دیوار سے ٹیک لگائے امرلعل کھڑا تھا مگر نہیں...... اسے امرلعل کا لاشہ کہنا زیادہ بہتر تھا کیونکہ امرلعل کا سر اس کی گردن پر موجود نہیں تھا۔ اس کا ایک ہاتھ پیٹ کی طرف مڑا ہوا تھا، اس ہاتھ کی ہتھیلی پر امرلعل کا سر رکھا ہوا تھا، ہتھیلی خون سے تر ہو رہی تھی اور گردن سے تازہ تازہ خون ٹپک ٹپک کر لباس کو تر کر رہا تھا۔ خون تھا کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

کمرے کے گہرے سکوت میں ایک سنسناتی ہوئی سی آواز گونجی۔

''دوستو! تم نے آنے میں بہت دیر کردی، میں کب سے کس قدر بے چینی اور بے تابی سے انتظار کر رہا تھا، ویسے فکر نہ کرو میرے پیارے دوستو! تم چاہو تو میرے پاس ابھی اور اسی وقت آسکتے ہو، مجھے تم لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوگی کیونکہ ہم سدا پرلوک میں ساتھ ساتھ رہیں گے۔ میری یہ آرزو پوری کرنے کے لئے انتظار کی زحمت کرلو۔ رک جاؤ کیونکہ چند لمحوں کے بعد یہ کمرہ ملبے کا ڈھیر بن جائے گا...... کیا تم لوگ فوراً میرے پاس آرہے ہو؟''

سدھیر نے اس سنسناتی ہوئی آواز سے زیادہ اپنی چھٹی حس کا کہا مانا جو اسے ایک انجانے اور خوفناک خطرے کا احساس دلا رہی تھی۔

وہ اس آواز کے ختم ہونے سے پہلے ہی پلٹا۔ ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وہ آواز غلط بیانی سے کام نہیں لے رہی تھی، پھر اس نے فوراً ہی مضبوطی سے نرنجن کا ہاتھ پکڑ لیا اور تیزی سے باہر کی طرف کوندا بن کر لپکا۔ اسے لگا تھا بس کسی بھی لمحے کمرہ ملبے کا ڈھیر بننے والا ہے۔

راستے میں ملازم کے بے حس و بے حرکت جسم سے ٹکرا کر ان کا توازن بگڑا تھا کیونکہ ایک تو اندھیرا تھا اور وہ اندھا دھند بھاگ رہے تھے۔ انہوں نے ملازم کی سلامتی کے بارے میں بھی نہیں سوچا تھا، ان پر خود غرضی طاری تھی۔ ایک لمحے کی تاخیر ان کی موت کا پیش خیمہ بن سکتی تھی۔ ملازم کو گھسیٹ کر باہر لے جانے تک موت ان کا گلا دبوچ لیتی۔ اس لئے وہ رکے اور دم لئے بغیر بھاگتے ہی چلے گئے کیونکہ موت ان کے تعاقب میں لپکتی ہوئی آرہی تھی۔

ان دونوں نے بمشکل بیرونی گیٹ سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ فضا دفعتاً ایک زوردار دھماکے سے لرز اٹھی......

نرنجن نے دھماکے کی آواز کے ختم ہوجانے پر رک کر پلٹ کر دیکھنا چاہا مگر سدھیر نے اسے کھینچ لیا۔ ''بھاگو...... کس لئے اور کیا دیکھنا چاہتے ہو؟''

وہ اب اپنی گاڑی کی طرف سراسیمگی کی حالت میں بھاگا جا رہا تھا۔ نرنجن بھی بدحواس تھا۔ سدھیر کی یہ کوشش تھی کہ پڑوسیوں کی بھیڑ لگنے سے پہلے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر فرار ہوجائیں۔ پڑوسی انہیں اور گاڑی کو دیکھ نہ پائیں ورنہ وہ پولیس کے چکر میں پھنس سکتے تھے۔ پڑوسیوں کی گواہی سے ایک نئی افتاد نازل ہوسکتی تھی۔

دوسری بات یہ تھی کہ سدھیر کو احساس تھا کہ امرلعل جس بلا کا شکار ہوا تھا، اب وہ بلا ان کے تعاقب میں ہوگی۔ اپنا سر اپنے کندھوں پر رکھنے کے لئے انہیں بہت کچھ کرنا تھا، اسی لئے سدھیر کے نزدیک ایک ایک لمحہ جان کی طرح قیمتی تھا۔

ان قیمتی لمحوں کو سمیٹنے کیلئے سدھیر نے گاڑی میں سوار ہوتے ہی چابی گھمائی اور اندھا دھند گاڑی دوڑاتا ہوا اس منحوس علاقے سے نکل آیا تھا اور پھر اس نے اسی تیزی سے شہر کا رخ کیا تھا۔ خاصی دیر گزر جانے کے بعد اس نے یہ سوچ کر اطمینان کا سانس لیا کہ بلا سے نجات مل گئی ہے۔

☆......☆......☆

وشواناتھ نے زرضمانت بمل گپتا کے بینک اکاؤنٹ میں جمع کرانے سے پہلے اُسے فون کرلینا مناسب سمجھا تھا۔

کیونکہ بمل گپتا اگر نقشے کو پوری طرح سمجھا نہیں ہے تو پھر اس مہم پر روانہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ رقم ضائع کرنا بے وقوفی تھی۔

جب اس نے نمبر ملایا تو دوسری طرف سے ریسیور اٹھا کر بمل گپتا نے کہا۔ ''میں بمل گپتا بول رہا ہوں، آپ کون صاحب بول رہے ہیں؟''

''بمل گپتا صاحب...... میں وشواناتھ بول رہا ہوں۔'' وشواناتھ نے جواب دیا۔ ''سویرے سویرے زحمت دینے پر معذرت خواہ ہوں۔''

''کوئی بات نہیں۔'' بمل گپتا نے کہا۔ ''ویسے خیریت تو ہے نا؟ آپ نے اتنے سویرے کیسے یاد کیا؟ کیا رقم کا بندوبست نہیں ہوسکا؟''

''خیریت نہیں ہے، اس لئے آپ کو فون کیا۔ میں تو رات ہی کو کرنے والا تھا۔'' وشواناتھ نے جواب دیا۔ ''مسئلہ رقم کا نہیں بلکہ کچھ اور معاملہ ہے۔''

[illegible]

لیکن ایسی حالت میں بھی رام داس ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر جل دے گیا تھا۔ اس لئے وہ رام داس کی طرف سے ہر قسم کی کارروائی کی توقع رکھنے میں حق بجانب تھا۔ سدھیر یہ سب کچھ سوچ رہا تھا اور اس کی رگوں میں لہو ابلنے لگا تھا۔

''کیا کسی کا انتظار ہے؟'' نرنجن سے برداشت نہ ہوسکا، بالآخر اس نے سدھیر سے پوچھ ہی لیا۔

''ہاں...... مجھے امید ہے کہ آج رام داس کا پتا چل جائے گا۔'' سدھیر نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

''کیسے؟'' نرنجن کا چہرہ کھل اٹھا اور اسے یہ سن کر بڑی خوشی سی محسوس ہوئی تھی۔ ''ذرا وضاحت سے بتاؤ۔''

''کل تمہیں میں شاپنگ کرانے کے لئے نہیں لے گیا تھا؟'' سدھیر نے منہ بنایا۔ اس کے چہرے پر ناگواری پھیل گئی جیسے نرنجن کا سوال کھل گیا ہو۔ اصل بات یہ تھی کہ ہوٹل کی زندگی سے وہ تنگ آگیا تھا، اسے ہوٹل کا ماحول بڑا پراگندہ سا لگا تھا، کمروں میں شراب، لڑکیاں اور عورتیں لائی جاتی تھیں۔ وہ کس قسم کی تھیں، ان کی وضع قطع اور چہروں مہروں سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی تھی۔ دوسرے کمروں میں جوا ہوتا تھا۔ نشہ کرنے والوں نے کمرہ لیا ہوا تھا۔ اسے کبھی شراب سے دلچسپی رہی تھی اور نہ ہی عورت سے اور نہ ہی نشے اور جوئے سے...... ورنہ غلط راستوں پر چلنے والوں کی طرح اسے بھی ان سے لگاؤ، شوق اور دلچسپی ہوجاتی۔

سدھیر اس کے اعتراض پر ہوٹل بدل لیتا تھا لیکن اس کی دوڑ نچلے درجے کے اس قسم کے ہوٹلوں تک محدود تھی۔ شروع میں تو اس نے دلچسپی لی تھی کیونکہ دل بستگی اور نظروں کی پیاس بجھانے اور وقت گزاری کا سامان تھا لیکن سدھیر جس قسم کے لوگوں سے ملاقاتیں کر رہا تھا، وہ اسے ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ وہ ان سے کتراتا تھا، اسے ان کی صورت دیکھنا گوارا نہ تھی، وہ ان سے کیا بات کرتا۔ سدھیر اس بات کو محسوس کرنے لگا۔ کل تو اس نے گاڑی سے اترتے ہوئے نرنجن کی صورت دیکھی تھی جب نرنجن نے منہ بنایا تھا تو سدھیر نے اسے اس ناگواری کی وجہ سے گاڑی میں ہی چھوڑ دیا تھا۔

وہ خوف جو ایک ہفتے سے اس کے اعصاب کو اپنے شکنجے میں جکڑے ہوا تھا، اب خواب کی بات معلوم ہونے لگا تھا اور خوف کی گرفت کمزور ہوتی جارہی تھی، اعصاب بھی قدرے ہلکے ہوتے جارہے تھے، اب اسے آزادی سی محسوس ہو رہی تھی۔

''تو تمہیں کل کوئی کامیابی حاصل ہوئی تھی؟'' نرنجن نے خجالت آمیز لہجے میں پوچھا۔ ''اب تم نے کیا سوچا؟ تمہارے کیا ارادے ہیں؟''

''ہاں...... گھپ اندھیرے میں ایک امید کی کرن نظر آئی تھی۔'' سدھیر نے جواب دیا۔ ''کل ایک شخص نے رام داس سے واقفیت اور جان پہچان کا اظہار کیا تھا۔ گزشتہ پانچ برس پہلے جو ناکامی ہوئی تھی، اس کے بارے میں سوچا تو احساس ہوا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ ہماری کسی کوشش میں کوئی جان نہیں تھی...... جو کام بھی کیا، وہ ایک لحاظ سے ادھورا ہی رہا تھا اور پھر رام داس نے روپوشی اختیار کر رکھی تھی لیکن اس وقت بھی ہماری سوچ درست تھی اور آج بھی درست ہے۔ رام داس کو ہوٹل اور ریسٹورنٹ کا وسیع تجربہ تھا، وہ وہاں مل سکتا تھا۔

تب میں نے بہت سوچا کہ رام داس کو تلاش کرنے کیلئے کیا تدبیر کرنی چاہئے؟ پھر مجھے ایک آدمی کا خیال آیا، میں نے اس سے رابطہ کیا، اس آدمی کا کام اسمگل کی ہوئی شراب ہوٹلوں میں سپلائی کرنا تھا۔ کل ایک بڑی رقم کے لالچ میں اس نے مجھے رام داس کا پتا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ میں اس کا انتظار کر رہا ہوں، مجھے امید ہے کہ وہ بس آتا ہی ہوگا۔'' سدھیر نے بڑی تفصیل سے نرنجن کو بتایا۔

''اگر وہ شخص نہیں آیا تو؟'' نرنجن کے چہرے پر استعجاب سا چھا گیا۔ ''پھر تم کیا کروگے؟ کیا تم نے یہ بات سوچی ہوئی ہے؟''

''اس کے نہ آنے کا کوئی جواز ہی نہیں ہے۔'' سدھیر نے جواب دیا۔ ''کیوں نہیں آئے گا۔ اس کا باپ بھی کسی کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا آئے گا۔''

''یہ بات تم اتنے وثوق سے کس بنا پر کہہ رہے ہو؟'' نرنجن نے پوچھا۔ ''مجھے اس کے آنے کی امید نہیں ہے۔ تم کتنی دیر سے اس کے انتظار میں بیتاب اور بے قرار ہو رہے ہو۔ اسے آنا ہوتا تو کب کا آچکا ہوتا۔''

''اس بنا پر کہ روپے پیسے کا لالچ جتنا برا ہوتا ہے، اتنا کوئی اور نہیں۔'' سدھیر نے تیز لہجے میں جواب دیا۔ ''دولت کے لئے بیوی، ماں اور بہن کو بیچ دیا جاتا ہے بلکہ دھرم تک...... وہ شخص کوئی اوتار نہیں ہے، وہ اپنا ضمیر بیچتا ہے، ضرورت مند ہے کیونکہ وہ بری عادتوں کا شکار ہے، شراب کے لئے اسے رقم کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔''

''تمہاری بات میری سمجھ میں آگئی ہے۔'' نرنجن نے کہا۔ پھر وہ سدھیر کو غور سے دیکھتے ہوئے بولا۔ ''پتا معلوم ہوجانے کے بعد تمہارا کیا پروگرام ہوگا......؟''

''فی الحال صرف ملاقات...... پھر وہ خود ہی طے کرنے میں ہماری مدد کرے گا کہ ہم اس کا کیا کریں؟'' سدھیر نے دھیمے لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے میں سفاکی بولنے لگی تھی جو اس کی سوچ کی غماز تھی۔ اس کی آنکھوں میں سرخی نمایاں ہوگئی تھی۔

نرنجن نے ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی کی لہر چاقو کی نوک کی طرح اترتی محسوس کی مگر اس کے ساتھ ہی اس نے اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ اس کے دل کو شانتی سی محسوس ہوئی۔ اسے یہ خیال فرحت بخش لگا کہ وہ جلد ہی ہوٹل کی بوجھل فضا سے نجات پا کر اس رنگین دنیا میں لوٹ آئے گا جس کا وہ عادی ہوگیا تھا۔ گو ہوٹلوں میں ہر قسم کی رنگینی تھی لیکن اسے کسی وجہ سے بھائی نہیں تھی۔ ہوٹل کا کمرہ جیل کی کال کوٹھری سے بھی گراں اور بھاری محسوس ہوتا تھا، آزادی کا تصور اس کے لئے کسی نعمت سے کم نہیں تھا۔

اس اذیت ناک انتظار کی گھڑیاں تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ختم ہوئیں۔ نرنجن کا خیال تھا کہ سدھیر کا ملاقاتی خوبصورت نہ سہی وجیہہ ضرور ہوگا، جسمانی طور پر مضبوط اور قدرے دراز قد بھی ہوگا، چہرے پر سختی اور سفاکی ہوگی لیکن وہ اس کے برعکس نکلا۔ اس کا ملاقاتی شکستہ اعصاب کا ایک کمزور اور مجہول سا آدمی تھا، وہ بدمعاش کے بجائے برسوں کا مریض معلوم ہوتا تھا۔

''تم نے بہت دیر انتظار کرایا۔'' سدھیر نے شکایتی لہجے میں کہا۔ ''میں ناامید ہوگیا تھا تم نے اتنی دیر کیوں کردی؟''

اس نے جواب دینے سے پہلے نرنجن کو مشکوک نظروں سے گھورا پھر اس نے سدھیر کی طرف متوجہ ہوکر کہا۔ ''مجھے دیر اس لئے ہوئی کہ میں اچھی طرح اپنا اطمینان اور تصدیق چاہتا تھا کہ رام داس اس وقت کہاں ہوگا۔ میں جھوٹ بولنے کا عادی نہیں ہوں۔''

''تو کیا تصدیق ہوگئی اس کمینے اور ذلیل شخص کے بارے میں؟'' سدھیر نے نفرت بھرے لہجے میں بیتابی سے پوچھا۔

''وہ کئی دنوں سے نظر نہیں آیا۔'' اس نے جواب دیا۔ ''لگتا ہے کہ وہ کسی وجہ سے خوفزدہ ہوکر روپوش ہوگیا ہے۔ آخری مرتبہ اسے جس آدمی نے دیکھا تھا، اس کا کہنا ہے کہ وہ بہت گھبرایا ہوا اور ہراساں دکھائی دیتا تھا، ہر کسی کو مشکوک نظروں سے دیکھتا تھا۔''

''ایسا ہونا بھی چاہئے۔'' سدھیر نے دانت پیستے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''اس لئے کہ اس نے بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم اس کا پتا چلانے میں ناکام رہے۔'' سدھیر کا لہجہ سخت ہوگیا۔ ''کیا تم صرف یہی بتانے کیلئے آئے تھے؟''

''میں ناکام نہیں ہوا۔'' وہ بولا۔ ''مجھے یقین ہے کہ رام داس اپنی ہی کوٹھی میں کسی چوہے کی طرح چھپا ہوا ہے۔''

''اس یقین کی وجہ؟'' سدھیر نے اسے بے یقینی سے گھورا۔

''آج ہی ہوٹل کے بعض مسائل کے بارے میں اس نے اپنے جنرل منیجر کو فون کیا تھا۔ وہ بعض معاملات میں فون پر ہی رابطہ کرتا ہے۔'' وہ بولا۔

''لیکن اس بات کا تمہیں کیسے علم ہوا؟'' سدھیر نے پوچھا۔ ''تم نے کس طرح سن لیا؟''

''آپ مجھے اپنی بات پوری کرنے دیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''ان کے درمیان صرف چند منٹ تک بات ہوئی تھی۔ سوئچ بورڈ کے آپریٹر سے میری بہت پرانی شناسائی ہے، میں نے اس سے کہہ رکھا تھا کہ مجھے رام داس کا کھوج لگانا ہے، اس لئے اس نے مجھے فوراً اطلاع دی کہ رام داس کا فون آیا تھا۔ میں نے ایک آدمی کو اس کی کوٹھی کی طرف دوڑایا۔ اس نے آکر رپورٹ دی کہ اس کوٹھی کے ملازمین کے کہنے کے مطابق رام داس کوٹھی میں نہیں ہے لیکن اندازے اس بات کی تصدیق کرتے ہیں وہ کوٹھی میں ہی چھپا بیٹھا ہے۔''

سدھیر نے کہا۔ ''اندازے قائم کرنا سب سے آسان کام ہے۔ کیا تم مجھے صرف اندازوں کے بارے میں بتانے آئے ہو؟''

''سوچنے کی بات ہے کہ اس کی کوٹھی پر چار عدد پہریدار کیوں مامور کئے گئے ہیں؟'' اس نے کہا۔ ''جبکہ پہلے صرف ایک گورکھا چوکیدار پہرا دیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی حفاظت کے لئے آخر چار گارڈز کیوں رکھے ہیں، کیا یہ سوچنے اور غور کرنے کی بات نہیں ہے؟''

سدھیر کی آنکھوں میں بجلی کی سی ایک تیز چمک کوند گئی۔ اس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔ ''بے وقوف آدمی، تم کہتے ہو کہ رام داس کے ہونے کی تصدیق نہیں ہوسکی؟ تمہارے خیال میں تصدیق کیا ہوتی ہے؟ کیا اس سے مل کر اور مصافحہ کرکے آنے کو تصدیق کہا جائے گا؟ آخر اب تم کس قسم کی مزید تصدیق کرنا چاہتے ہو؟''

ملاقاتی کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے اپنا سر کھجایا۔ سدھیر کی بات سن کر وہ خوش ہوگیا تھا تاہم اس نے معذرت بھرے انداز میں کہا۔ ''دراصل میں یہ چاہتا تھا کہ میں خود یا میرا ساتھی رام داس کو دیکھ کر تصدیق کرتا۔ ہم چاہتے تھے کہ کم از کم اس کی ایک جھلک تو دکھائی دے۔''

(جاری ہے)

موت کا سفر

ایم الیاس

قسط : 4

"چلو کوئی بات نہیں۔" سدھیر نے کہا۔ "جو کچھ تم نے معلوم کیا، وہ میرے لئے کافی ہے، یہ لیتم اس کی کھوج میں ضرور رہنا۔ جیسے ہی کچھ معلوم ہو، اس کی اطلاع دینا، [illegible]

[illegible]

"کیا اس کی باتوں سے تمہارا اطمینان ہو گیا؟" نرنجن نے اس سے سوال پوچھا۔ "کیا اس نے جو کچھ کہا ہے، وہ سچ ہے؟"

"ہاں" سدھیر نے اثبات میں سر ہلایا۔ [illegible]

[illegible]

"کیا بات ہے؟" [illegible] "یہاں کیوں آئے ہو؟ کون ہو تم لوگ؟"

[illegible]

"وہ صاحب یہاں نہیں ہیں" [illegible] "وہ کہاں رہتے ہیں، یہاں نہیں آتے۔"

[illegible]

"ہم نے کہا نا کیا سنا نہیں؟" [illegible]

[illegible]

سدھیر نے اس کی بات کا فوری جواب نہیں دیا۔ [illegible]

[illegible]

"شاباش بیٹے۔" [illegible]

[illegible]

"کاش تم اتنے عقلمند ہوتے۔" [illegible] "رام داس بولا۔"

[illegible]

☆☆

[illegible]

☆☆

[illegible]

☆☆

[illegible]

(جاری ہے)

موت کا سفر

ایم الیاس قسط : 5

(جاری ہے)

موت کا سفر

ایم الیاس   قسط : 6

[illegible]

''شاید گوپال میں تنہا واپسی کی ہمت نہیں رہی ہوگی۔'' بمل گپتا بولا۔ ''وہ کسی کو ساتھ لے جانا چاہتا ہوگا، اس لئے اس نے نقشہ بنایا کہ کہیں وہ راستہ نہ بھول جائے......''

یہ بات ماننا پڑے گی کہ گوپال نے نقشہ بنانے میں اپنی قوت مشاہدہ کا خوب فائدہ اٹھایا تھا، اس لئے ہمیں وادی تک پہنچنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔''

اسی وقت سریتا پانی کا ڈول لئے ہوئے ان کے سامنے سے گزری۔ وہ پانی سے بھرا ڈول حوض میں پلٹ کر پھر چشمے کی طرف چلی گئی۔

''ایشور نے دنیا میں کیسی پیاری پیاری چیزیں بنائی ہیں۔'' رنجیت نے سریتا پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈال کر کہا۔

بمل گپتا نے اسے گھور کر دیکھا، پھر چبھتے ہوئے لہجے میں بولا ''میں تمہاری آنکھوں میں میلا پن دیکھ رہا ہوں لیکن ایک بات یاد رکھنا، سریتا نے اس جنگل میں پورے پانچ برس گزارے ہیں، وہ ہر قسم کے درندے کا مقابلہ کرسکتی ہے اور پھر اس نے کیا کہا تم نے سنا نہیں......؟ وہ چاقو میں بڑی مہارت رکھتی ہے، جب وہ جانوروں اور مچھلیوں کو چاقو سے شکار کرسکتی ہے تو آدمی کو شکار کرنا کون سا مشکل ہوگا اور ہاں...... میری یہ بات غور سے سن لو۔ اگر تم میں سے کسی نے بھی اسے بُری نیت سے ہاتھ لگایا تو مجھے یقین ہے کہ وہ نقصان اٹھائے گا۔ اگر وہ سریتا کے ہاتھ سے بچ نکلا تو میرے ہاتھ سے نہ بچ سکے گا، میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

بمل گپتا کے لہجے میں کچھ ایسی سفاکی اور بے رحمی تھی کہ سننے والوں کو اپنے جسم میں کپکپی دوڑتی محسوس ہوئی۔ وہ لرز کر رہ گئے۔

''ہم یہاں جس چیز کی تلاش میں آئے ہیں، وہ حاصل کرتے ہی واپس چل دیں گے۔'' رنجیت نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ اسے بمل گپتا کی وارننگ زہر لگی تھی۔ ''ہم یہاں پکنک منانے یا وادی کا نظارہ کرنے نہیں آئے ہیں، اب شبھ کام میں دیر کس لئے ہو رہی ہے؟''

''یہی بہتر ہوگا۔'' بمل گپتا نے جلدی سے کہا۔ ''جلد سے جلد کان سے پتھر نکالو، جتنا نکال سکتے ہو، نکال لو اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔ اس لئے بھی ہمیں یہاں سے جلد چل دینا چاہئے کہ رام داس کے زخم پک رہے ہیں، اسے جلد سے جلد معقول طبی امداد کی سخت ضرورت ہے ورنہ اس کے لئے ایک نئی مصیبت کھڑی ہوجائے گی۔''

جب سریتا پانی بھر کے فارغ ہوئی تو رنجیت نے اس کے پاس جا کر کہا۔ ''تم ہیرے کی کان کا پتا بتاؤ، وہ کہاں واقع ہے؟''

اس کی بات سنتے ہی سریتا نے ایک جھرجھری سی لی اور کانوں کو ہاتھ لگا کر سر ہلایا۔ ''نہ بابا نہ...... اس کا پتا نہ پوچھو۔''

''وہ کیوں؟'' رنجیت نے حیرت سے پوچھا۔ ''کیا وہ کان یہاں سے بہت دور ہے یا تم بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہو؟''

''نہیں نہیں...... یہ بات نہیں۔'' سریتا نے خوفزدہ لہجے میں جواب دیا۔ ''گوپال بابا کہتے تھے کہ وہ نہ صرف بہت خراب بلکہ منحوس جگہ ہے۔ بابا نے غلط نہیں کہا تھا، اشوک بابا کا دیہانت وہیں ہوا تھا۔ اشوک بابا کان کے اندر گئے ہوئے تھے، ذرا سی گڑگڑاہٹ ہوئی تو ہم دوڑ کر اندر گئے، دیکھا اشوک بابا اس سنسار سے روٹھ کر چل دیئے ہیں۔ ان کی موت کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ مجھے ایسا لگا تھا جیسے اندر کوئی بدروح تھی جس نے اشوک بابا کا گلا دبا کر ابدی نیند سلا دیا تھا، پھر اس روز کے بعد سے ادھر کوئی نہیں گیا تھا، اور ہاں...... میں تمہیں وہاں جانے نہیں دوں گی ورنہ وہ بدروح تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑے گی۔''

''تم ہماری چنتا نہ کرو۔'' رنجیت اس کی باتیں سن کر بری طرح جھنجلا گیا تھا۔ ''بس تم اتنی دیا کرو کہ اس کا راستہ بتلا دو۔''

''کیا تم میری بات کا یقین نہیں کررہے ہو؟'' سریتا معصومیت سے بولی۔ اس کے حسین چہرے پر گہرے ملال کے آثار نمودار ہوگئے تھے۔

''ہاں۔'' رنجیت نے سر ہلایا۔ اس کے لہجے میں تلخی تھی۔ ''میں ان فضول باتوں پر یقین نہیں کرتا، نہ کسی بدروح سے ڈرتا ہوں۔''

''تم خود ہی کیوں نہیں تلاش کرلیتے؟'' بمل گپتا نے برافروختہ ہوکر کہا۔ ''یہ وادی اتنی بڑی نہیں ہے کہ تمہیں اس کان کو تلاش کرنے میں دشواری پیش آئے، وہ دور سے ہی نظر آجائے گی۔ یہ غریب حوض میں پانی بھر کے تھک گئی ہے۔''

''نہ بابا...... نہ...... آپ ان پر ناراض نہ ہوں۔'' سریتا نے فوراً ہی بمل گپتا سے کہا۔ ''میں کوئی تھکی ہوئی تھوڑی ہوں اور پھر وہ جگہ زیادہ دور بھی نہیں ہے، میں انہیں ابھی اور اسی وقت دکھائے دیتی ہوں، چلئے میرے پیچھے پیچھے آئیں۔''

سریتا نے اسی وقت رنجیت اور اس کے ساتھیوں کو اس طویل قدرتی غار تک پہنچا دیا تھا۔ وہ خواب کی سی حالت میں اسے دیکھنے لگے۔ اس غار کی اندرونی دیواروں میں قیمتی پتھر پیوست تھے لیکن ان پتھروں کو دیوار سے الگ کرنا بہرحال ایک دشوار گزار کام تھا۔ مناسب اوزار نہ ہونے کی وجہ سے ایک ایک پتھر الگ کرنے کے سوا چارہ نہ تھا اور یہ کام کافی وقت لیتا۔

چونکہ یہ پتھر بہت قیمتی تھے، اس لئے وہ محنت اور مشقت سے جی چرانے سے رہے۔ کئی دن رنجیت، وشواناتھ اور پرساد نے غار کی دیواروں کو کھرچ کھرچ کر ہیرے نکالنے میں صرف کئے۔ ان کا معمول تھا کہ وہ سویرے بیدار ہوکر کان میں گھس جاتے اور صرف اس وقت باہر آتے جب انہیں بڑے زور کی بھوک لگتی۔ شام کو جب وہ لوٹتے تو تھکن سے اتنے چور اور نڈھال ہوتے کہ ان کا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہوتا۔ وہ بستر پر پڑتے ہی نیند کی آغوش میں چلے جاتے، پھر انہیں کسی بات کا ہوش نہیں رہتا تھا۔

یہ بستر، فرش پر نرم سوکھی گھاس بچھا کر کھالوں اور بوسیدہ ترپال سے ترتیب دیئے گئے تھے۔ اس ویرانے میں بہت آرام دہ محسوس ہوتے تھے۔

ادھر سوامی، سریتا اور بمل گپتا، رام داس کی دیکھ بھال میں لگے رہتے یا اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خوراک کا بندوبست کرنے میں وقت گزار دیتے۔ انہیں ان ہیروں کی کوئی فکر نہیں تھی، اس لئے کہ یہ ہیروں کی کان تھی۔ بمل گپتا اس بات کو جانتا تھا کہ وشواناتھ اور اس کے ساتھی کتنے ہیرے نکال پائیں گے، یہ تو ہیروں کا ایک پہاڑ تھا۔ انہیں بعد میں بھی نکالا جاسکتا تھا۔ یہ کہاں بھاگے جا رہے تھے؟

بمل گپتا کو ہیروں سے زیادہ رام داس کی فکر تھی۔ اسے بڑی تشویش تھی کیونکہ اس کے زخم خراب ہوتے جا رہے تھے۔ دواؤں کے بغیر سڑ جانے والے ان زخموں کا کوئی علاج نہ تھا۔ رام داس کی دونوں ٹانگوں کے نچلے حصے گنگرین کا شکار ہوگئے تھے۔

''گنگرین...... اعصابی ریشوں کی موت کا نام ہے۔'' بمل گپتا نے بڑی سنجیدگی سے رام داس کو بتایا۔

اس وقت رام داس کا چہرہ بخار کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ یہ سن کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔

''کیا اس کا کوئی علاج نہیں ہے؟'' رام داس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔ ''کیا اس وادی میں زخم مندمل کردینے والی جڑی بوٹیاں نہیں ہوں گی؟''

''صرف اس کا ایک علاج ہے۔'' بمل گپتا نے جواب دیا۔ ''اگر فوراً ہی متاثرہ حصوں کو کاٹ کر جدا نہ کیا گیا تو مرض پورے جسم میں پھیل جانے کا اندیشہ ہے، جس کا صاف اور واضح مطلب موت...... موت کے سوا کچھ نہیں۔''

''تو کیا...... میری دونوں ٹانگیں......؟'' رام داس کی آواز اس کے حلق میں اٹک گئی اور وہ موت کے خوف سے لرز اٹھا۔ اپاہج ہونے کا تصور اتنا ہی کرب انگیز تھا کہ وہ اپنا جملہ پورا نہ کرسکا، بے ہوش ہوتے ہوتے بچا۔

''اور ہاں......'' بمل گپتا نے دبی زبان میں کہا۔ ''میں تمہیں اندھیرے میں رکھنا نہیں چاہتا، اس لئے یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کے باوجود تم زندہ بچ جاؤ گے، ایشور سے پراتھنا کرو، وہ شاید تمہیں نئی زندگی دے دے، اس سے مایوس نا ہونا۔''

''اس زندگی سے کہیں بہتر ہے کہ میں مرجاؤں۔'' رام داس نے بے اختیار ہوکر کہا۔ ''بھلا معذوری محتاجی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہوتی ہے؟''

مگر موت کا تصور معذور ہونے کے تصور سے کچھ زیادہ ہی بھیانک رہا ہوگا، شاید اسی لئے رام داس ایک گھنٹے تک ذہنی کرب اور اذیت سے دوچار رہا۔

ایک گھنٹے کے بعد اس نے بمل گپتا سے کہا۔ ''میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میری دونوں کاٹ دو یا مجھے...... میں اُف نہ کروں گا۔''

دوپہر کو رنجیت، وشواناتھ اور پرساد ہیرے سمیٹ کر کھانا کھانے آئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ جھونپڑے میں بھونچال آیا ہوا ہے۔ سریتا پانی گرم کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ سوامی چھریاں تیز کر رہا تھا۔ بمل گپتا، رام داس کے جسم کے مختلف حصوں میں مارفین کے بچے کھچے انجکشن لگا رہا تھا۔ ایک عجیب سا ماحول طاری تھا جو ان کی سمجھ سے باہر تھا۔

ان تینوں میں سے کسی نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی چونکہ انہیں اس وقت بڑے زور کی بھوک لگی تھی، اس لئے انہوں نے ایک طرف رکھے ہوئے پھلوں سے پیٹ بھرا، پھر وشواناتھ کو اچانک احساس ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں کو واپس جانے سے روک لیا۔

تھوڑی دیر کے بعد وشواناتھ کے دریافت کرنے پر بمل گپتا نے انہیں تمام صورتحال سے آگاہ کیا، تب انہوں نے بڑے خلوص اور انسانیت کے جذبے سے بمل گپتا کو اپنی خدمات پیش کیں۔ بمل گپتا کو بڑی خوشی ہوئی۔ اس نے محسوس کرلیا تھا کہ ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی کھوٹ نہیں ہے۔ اس نے ان کی خدمات قبول کرتے ہوئے ہر ایک کو کوئی نہ کوئی کام سونپ دیا۔

''وشواناتھ!'' بمل گپتا نے کہا۔ ''ہم لوگ فہرست بناتے وقت ایک بات بھول گئے۔ کاش! اسے فہرست میں شامل کرلیتے۔''

وشواناتھ نے حیرت سے پوچھا۔ ''کون سی چیز ہم ساتھ لانا بھول گئے اور اس کا فہرست میں اندراج نہیں کیا؟''

''برانڈی......'' بمل گپتا نے جواب دیا۔ ''اس وقت اس کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔'' وہ کف افسوس ملنے لگا۔

''برانڈی کا کیا کام؟'' وشواناتھ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ''کیا آپ کو اس وقت اس کی طلب محسوس ہو رہی ہے؟''

''اس کی بہت ضرورت تھی۔'' بمل گپتا کہنے لگا۔ ''مجھے اس کی طلب محسوس نہیں ہو رہی۔ بات یہ ہے کہ چھریوں کو جراثیم سے پاک کرنے کیلئے آگ اور الکحل سے بہتر کوئی چیز نہیں، یہ جراثیم سے پاک کردیتے ہیں۔'' بمل داس نے اتنا کہہ کر چھریوں کو آگ پر رکھ دیا۔

سریتا جو قریب کھڑی ہوئی ان کی باتیں سن رہی تھی، اس نے کہا۔ ''بمل بابا! آپ پریشان نہ ہوں، آپ کی مشکل میں حل کئے دیتی ہوں۔''

''کیا؟'' بمل گپتا نے حیرت اور خوشی سے بھرے لہجے میں کہا۔ ''سریتا! تم واقعی سچ کہہ رہی ہو، یقین نہیں آرہا؟''

''بمل بابا! بات یہ ہے کہ گوپال بابا اور ان کے ساتھیوں کو شراب کی کئی بوتلیں ملی تھیں۔'' سریتا کہنے لگی۔ ''کون سا ایسا مسافر طیارہ ہے جس میں شراب نہ ہوتی ہو۔ گوپال بابا نے انہیں اٹھا کر کسی ضرورت کے پیش نظر محفوظ کرلی تھیں، وہ چونکہ شراب نہیں پیتے تھے اور نہ ان کے ساتھی، اسی لئے وہ بوتلیں ابھی تک موجود ہیں لیکن وہ بس تین بوتلیں ہیں، بہت ساری بوتلیں ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں۔ گوپال بابا ٹھیک کہتے تھے، جانے کب اور کس وقت ان کی ضرورت پڑ جائے، میں ابھی لاتی ہوں۔''

چند لمحوں کے بعد سریتا نے شراب کی تین بوتلیں لا کر بمل گپتا کے سامنے رکھ دیں۔ ''یہ لیجئے بمل بابا......''

شراب کی بوتلیں دیکھ کر بمل گپتا کا چہرہ کھل اٹھا۔ اس نے ان تینوں بوتلوں کو دیکھا جو بھری ہوئی تھیں، ان میں سے ایک قطرہ بھی کسی نے پیا نہیں تھا۔ یہ نہ صرف بہت نفیس اور عمدہ قسم کی تھیں بلکہ بہت پرانی بھی تھیں۔ بمل گپتا کے علم میں یہ بات تھی کہ شراب جتنی پرانی ہوتی ہے، اتنی ہی اچھی ہوتی ہے۔ اس کی ایک بڑی مشکل حل ہوگئی تھی۔

رنجیت نے للچائی ہوئی نظروں سے اسکاچ کی پرانی بوتل کو دیکھا۔ اس کے منہ میں پانی بھر گیا۔ گو وہ عادی شراب نوش نہیں تھا لیکن جب بھی اسے موقع ملتا، پی لیتا تھا۔ اسکاچ تو اسے بہت پسند تھی۔ اسے یقین نہیں آیا تھا کہ یہاں اسکاچ ہوگی۔

بمل گپتا نے صرف ایک بوتل استعمال کے لئے رکھ لی، باقی دو بوتلیں واپس کردیں تو سریتا انہیں اٹھا کر لے گئی۔ اس نے وہیں ان بوتلوں کو لے جا کر رکھ دیا جہاں سے وہ لائی تھی۔ وہ اس بات پر بہت خوش تھی کہ آج یہ بوتلیں کام آگئیں۔

رنجیت کی نگاہ نے اس کا آخر تک پیچھا کیا تھا اور اس نے طے کرلیا تھا کہ موقع ملتے ہی وہ کم سے کم اسکاچ کی ایک بوتل ضرور اڑا لے گا۔ اسے پینے کے بعد اس میں پانی بھر کے رکھ دے گا۔ اسکاچ کی اس بوتل نے اس کا چین حرام کردیا تھا۔ اس نے وشواناتھ اور پرساد کو اسکاچ کی بوتل کے بارے میں اعتماد میں نہیں لیا، اس کا موقع نہیں تھا اور نہ ہی وہ اس میں سے کسی کو حصہ دینا چاہتا تھا۔

تپتی چھریوں کو شراب سے بجھانے کے بعد گویا آپریشن کی تیاریاں مکمل ہوگئیں۔

رنجیت اور وشواناتھ نے رام داس کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ پرساد اور سوامی گرم پانی اور دوسری اشیاء لا کر بمل گپتا کو دینے پر معمور ہوئے۔ سریتا کو دانستہ پانی گرم کرنے پر لگا دیا گیا تاکہ وہ جھونپڑے سے باہر ہی رہے، آپریشن کے دل خراش منظر کو دیکھنے نہ پائے۔

یہ بمل گپتا کا ہی دل گردہ تھا کہ اس نے بڑی ہمت سے کام لیا تھا اور کسی سرجن کی طرح رام داس کی ایک ٹانگ گھٹنے سے اوپر اور دوسری گھٹنے سے ذرا نیچے کاٹ کر جدا کی۔ رام داس نے بعد میں جب ایک اسپتال میں تجربے کار ڈاکٹروں کو بمل گپتا کے آپریشن کے بارے میں بتایا اور انہوں نے معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ ان حالات میں بمل گپتا سے بہتر کام شاید ہی کوئی تربیت یافتہ سرانجام دے سکتا۔

رام داس نے چھری چلتے ہی چیخنا شروع کردیا تھا...... سریتا اس کی پہلی ہی چیخ پر اندر گھس آئی تھی۔ بمل گپتا کے منع کرنے کے باوجود وہ کمرے سے باہر نہیں گئی، اس نے ایک نرس اور ڈاکٹر کی طرح پورا آپریشن دیکھا تھا جبکہ پرساد غش کھا گیا تھا۔ وشواناتھ نے زیادہ عرصے تک اپنی آنکھیں بند رکھی تھیں۔ بمل گپتا کو اندازہ نہ تھا کہ سریتا اس قدر مضبوط اعصاب کی مالک ہے۔

اس آپریشن کے بعد رام داس کی دیکھ بھال کی تمام ذمے داری سریتا نے ایک سند یافتہ نرس کی طرح سنبھال لی تھی۔ وہ بڑی مستعدی اور بڑے جذبے اور خلوص سے رام داس کی سیوا کرنے لگی تھی جیسے اس کا رام داس سے کوئی رشتہ ناتا ہو۔ وہ جنگلی جڑی بوٹیوں کو کاٹ کر لیپ تیار کرتی اور رام داس کی کٹی ہوئی ٹانگوں کو صاف کرکے اس پر یہ لیپ لگا دیتی۔ رام داس کا خیال تھا کہ اگر وہ کسی اسپتال میں زیر علاج ہوتا تو شاید ہی کوئی نرس اس کا اتنا خیال رکھتی اور سیوا کرتی۔ سریتا نے اس کا دل جیت لیا تھا۔

دواؤں کی کمی کے باعث بمل گپتا کو یہ خدشہ تھا کہ شاید نئے زخم پک نہ جائیں مگر سریتا کی توجہ اور کوششوں سے رام داس کا بخار اگلے دن ٹوٹ گیا تھا اور پھر زخم تیسرے دن بھرنے لگے تو بمل گپتا نے سکون کا سانس لیا۔

اس اثنا میں دو مرتبہ ہیرے کی کان گڑگڑاہٹ سے لرز کر رہ گئی۔ بالکل زلزلے کی سی کیفیت تھی۔ انہوں نے اشوک بابا کی پُراسرار اور المناک موت کے بارے میں سن رکھا تھا۔ سریتا نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کان میں بدروح نے بسیرا کیا ہوا ہے۔ انہوں نے سریتا کی بات کو جو بدروح سے متعلق تھی، سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔

جب وہ کان میں تھے تو پہلے ہی جھٹکے پر رنجیت اور اس کے ساتھی بھاگ کر کان سے نکل آئے تھے۔

دوسری مرتبہ کان میں گھسے تھے تو کچھ زیادہ ہی اندر چلے گئے تھے، اس لئے انہیں باہر آنے میں چند لمحوں کی دیر لگی تھی۔ پرساد جو پیچھے تھا، گویا وہ موت کے منہ سے نکل تو آیا تھا۔ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا تھا، اس نے اس شدت کی تکلیف محسوس کی تھی کہ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا، بدن میں لہو خشک ہونے لگا تھا۔ وہ کس مشکل سے کان سے باہر آیا، یہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔

جب اس نے باہر آکر کھلی فضا میں لمبے لمبے سانس لئے تو تب کہیں جا کر اس کی حالت قابو میں آئی تھی۔

''میں نے اشوک بابا کی پراسرار موت کا راز معلوم کرلیا ہے۔'' رنجیت نے کہا۔ ''ان کا گلا کسی بدروح نے نہیں دبایا تھا۔''

''وہ کیسے؟'' پرساد نے تجسس سے دریافت کیا۔

''کان کا عقبی حصہ یقیناً کبھی کسی آتش فشاں کا حصہ رہا ہوگا۔'' رنجیت نے جواب دیا۔ ''جو فی الحال دبا ہوا ہے۔''

''اس بات کا اندازہ تم نے کیسے لگایا؟'' وشواناتھ بولا۔ ''اس کے عقب میں جو پہاڑ ہے کیا اس سے، کہ وہ آتش فشاں رہا ہوگا؟''

''کبھی کبھی جب آتش گیر مادے کا دباؤ بڑھ جاتا ہے تو زلزلے کے آثار پیدا ہوجاتے ہیں۔'' رنجیت نے کہا۔ ''زہریلی گیس غار میں بھر جاتی ہے۔ اشوک بابا چونکہ کان کے کافی اندر چلے گئے ہوں گے، زہریلی گیس نے انہیں موت کے منہ میں دھکیل دیا، اتنی سی بات کسی کی سمجھ میں نہ آسکی، ان کی موت کو پراسرار قرار دے دیا گیا، وہ دراصل دم گھٹنے کی وجہ سے مرے تھے۔''

''ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔'' بمل گپتا نے اس کی تائید کی۔ ''غار میں دوسری سمت بھی کوئی سوراخ ہے شاید تمہاری نگاہ اس پر پڑی ہوگی، اس سوراخ کی وجہ سے ہوا کا خاصا گزر ہے اور گیس ہوا کے ساتھ باہر نکل جاتی ہے، میں نے اس سوراخ سے یہی اندازہ لگایا، اس لئے کان میں ہر وقت زہریلی گیس موجود نہیں ہوتی۔''

(جاری ہے)

موت کا سفر

ایم الیاس

قسط : 7

"ہم نے کافی جوڑ توڑ کر لئے ہیں۔" رنجیت نے کہا۔ "دو تین اور دیکھتے ہیں پھر واپس چلنے کا پروگرام بناتے ہیں۔"

"برسات کا موسم شروع ہونے والا ہے۔" [illegible]

[illegible]

(جاری ہے)

موت کا سفر

ایم الیاس

آخری قسط

سدھیر نے پھر ایک بار گہری نظروں سے دیکھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی، وہ کر بھی سکتی تھی۔ نہ صرف اس کے چہرے بلکہ اس کی آنکھوں سے بھی صاف ظاہر تھا کہ وہ عمل کرنے کا تہیہ کر چکی ہے۔

سریتا نے کہا۔ "دس لاکھ کا چیک میرے نام کاٹو، تمہارے لئے کیا مشکل ہے؟"

"رقم چونکہ کاروبار میں لگی ہوئی ہے اور بینک بیلنس اتنا نہیں ہے کہ اتنی بڑی رقم کا چیک کاٹ دوں۔" سدھیر نے جواب دیا۔ "دوسرے آج کل میں بہت پریشان ہوں۔"

"کیا کاروبار میں گھاٹا ہو رہا ہے جو تم پریشان ہو؟" سریتا نے کہا۔

"میں اس لئے مشکل میں پھنسا ہوں کہ کوئی میرے دو ساتھیوں کو قتل کر چکا ہے۔" سدھیر نے کہا۔ "اب وہ میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑا ہوا ہے۔"

"یہ خطرناک دشمن کون ہو سکتا ہے؟" سریتا نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں کسی پر شک ہے؟"

"پہلے میرا خیال تمہاری طرف گیا تھا اور پھر سوامی کی طرف۔" سدھیر نے کہا۔

سریتا بولی۔ "کیا تمہیں ہمارے زندہ ہونے کا یقین تھا؟"

سدھیر بتانے لگا۔ "اصل میں تمہاری تصویر کے ملنے اور رام داس کی باتوں سے مجھے شک ہوا تھا کہ یہ کھیل سوامی کھیل رہا ہے اور شاید تم بھی اس کھیل میں شریک ہو۔ تم سے زیادہ میرا شبہ سوامی پر تھا...... لیکن تم سے ملنے کے بعد اب مجھے رام داس مشکوک نظر آرہا ہے، اس نے میرے دونوں ساتھیوں کو قتل کیا ہے۔"

"رام داس بابا؟" سریتا نے متعجب لہجے میں کہا۔ "لیکن وہ تو چلنے پھرنے سے معذور ہے، وہ کیسے قاتل ہو سکتا ہے؟"

"وہ معذور ہوا تو کیا ہوا، دولت مند تو ہے، دولت کے بل پر کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ وہ اپنی دولت سے پیشہ ور قاتلوں کی خدمات حاصل کر سکتا ہے، اس نے شاید کرائے کا قاتل خرید لیا ہے، اب وہ میرے قتل کا سامان کرتا پھر رہا ہے۔"

"تمہارے دشمنوں میں اور بھی لوگ ہو سکتے ہیں۔" سریتا بولی۔ "تم رام داس کو کیوں دوش دے رہے ہو، بمل بابا بھی تو تمہارے دشمنوں میں ہو سکتے ہیں۔" سریتا نے کہا۔ "کیا پتا وہ بھی ہماری طرح بچ نکلے ہوں۔"

سدھیر اس کی بات سن کر بڑے زور سے چونکا اور اس کے چہرے پر نگاہیں جما دیں۔ چند لمحوں کے بعد سدھیر نے ایک لمبا سانس لیا اور بولا۔ "بمل گپتا کے بارے میں، میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ زندہ نہیں ہے۔"

سدھیر کی نظروں کے سامنے برسوں پرانا وہ منظر گھوم گیا جب اس نے بمل گپتا کی گردن تن سے جدا کی تھی اور اس نے بمل گپتا کا سر اور دھڑ دو مختلف گڑھوں میں ڈال کر پتھروں کی مدد سے بند کر دیا تھا۔

☆......☆......☆

شاید غار کے گرتے ہوئے پتھروں میں سے کوئی پتھر بمل گپتا کے لگا۔ اس کا سر چکرا گیا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ اگر وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ نہ جاتا تو غش کھا کر گر جاتا، تاہم اس نے خود پر قابو پانے کے لئے بڑی کوشش کی تھی۔

جب وہ تھوڑی دیر بعد اٹھا تو فضا میں پھیلا ہوا غبار بیٹھ چکا تھا۔ اس نے کان کے دہانے کو دیکھا جو بھاری پتھروں سے بند ہو چکا تھا۔ وہ اس وقت خود کو بے حد تنہا اور کمزور محسوس کر رہا تھا کیونکہ سوامی کی موت کا صدمہ ایسا نہ تھا جو کم ہو جائے۔ اس نے کبھی کسی کی موت پر ایسا دکھ محسوس نہیں کیا تھا۔ وہ اس کا دیرینہ ساتھی اور بے حد مخلص اور بے غرض دوست تھا، اس کا دست و بازو تھا۔ اس نے زندگی کے مختلف نازک مرحلوں پر بمل گپتا کی مدد کی تھی۔

بمل گپتا کان کے سامنے کھڑا اس کو اس طرح دیکھ رہا تھا جیسے وہ کوئی سمادھی ہو۔ سوامی کان میں دفن ہو گیا تھا۔ ہیروں کی یہ کان اس کا مدفن بن گئی تھی۔ سوامی اب زندہ ہو کر نہیں آسکتا تھا۔ وہ اب اسے کبھی دیکھ نہیں سکتا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے سوامی کی موت کا صدمہ غیظ و غضب میں تبدیل ہو گیا تھا۔ وہ غصے کے عالم میں پیچ و تاب کھاتا ہوا جھونپڑے کی طرف بڑھا۔ اس کا خیال تھا کہ رنجیت اپنے ساتھیوں کو لے کر اس طرف گیا ہوگا۔

"رنجیت کہاں ہے؟" بمل گپتا نے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔

رنجیت اس کے بہت قریب تھا اور بمل گپتا کے جملے کے پورا ہوتے ہی حرکت میں آگیا تھا۔ بمل گپتا کو اس کی خبر نہ تھی۔ رام داس نے چیخ کر بتانا چاہا مگر اب دیر ہو چکی تھی۔ اس وقت تک رنجیت اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے لکڑی کا بھاری کندا بمل گپتا کے سر پر گھما چکا تھا۔ چوبی کندا بمل گپتا کے کندھوں پر پڑا۔ رام داس کی وارننگ کے باعث وہ تیزی سے رنجیت کی طرف گھوما تھا جس کی وجہ سے بمل گپتا کا سر اس کی زد سے نکل گیا تھا۔

ضرب شدید تھی، اس لئے بمل گپتا فرش پر گر پڑا۔ چند لمحوں کے لئے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اب کبھی نہ اٹھ سکے گا لیکن وہ کسی نہ کسی طرح اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً ہی رنجیت سے لپٹ گیا۔ اس کے ہاتھ رنجیت کے گلے پر پہنچے اور وہاں جم گئے۔ رنجیت کو اس دم ایسا لگا جیسے اس کا آخری وقت آگیا ہو۔ اس کا دم گھٹنے لگا اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

چند لمحوں کے بعد اس کی گردن آزاد ہوئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے سے اندھیرا دور ہوا تو اس نے بمل گپتا کو دشواناتھ اور پرساد سے نبرد آزما پایا۔ اسے یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ اگر اس کے ساتھی بمل گپتا پر حملہ کرنے میں چند لمحوں کی تاخیر کر دیتے تو وہ واقعی موت کی آغوش میں جا چکا ہوتا۔ موت اس کے قریب سے اسے چھوتی گزر گئی تھی۔

وہ بمل گپتا کا تھپڑ نہیں بھولا تھا جو اس نے کھائی کے پاس مارا تھا۔ اس نے بمل گپتا سے بدلہ لینے کی ٹھان لی تھی اور آج اس نے سریتا کو ہاتھ سے نکلنے نہیں دیا تھا۔ اسے گالیاں دی تھیں اور مکوں، لاتوں اور جوتوں کی بارش کر دی تھی۔ وہ اسے نہ روکتا تو وہ کان کے اندر جا کر سریتا کو لے آتا۔ سریتا کا حسن و شباب یاد آتے ہی اس پر جنون طاری ہو گیا۔

اس نے چوبی کندا پھر اٹھایا اور اندھا دھند جھونپڑے کے وسط میں ایک دوسرے سے الجھتے ہوئے ان تینوں پر پل پڑا۔

پہلی چوٹ پرساد نے کھائی جو بڑی شدید تھی۔ وہ درد اور تکلیف سے چیختا ہوا ایک طرف ہٹ گیا۔

جب دشواناتھ نے دیکھا کہ رنجیت کی کیفیت کسی وحشی درندے جیسی ہو رہی ہے تو اس نے گھبرا کر بمل گپتا کو چھوڑ دیا اور جھونپڑی کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔ بمل گپتا، دشواناتھ سے الگ ہو کر یوں کھڑا جھول رہا تھا جیسے کٹی شاخ ٹوٹ کر گرنے سے پہلے جھولتی ہے۔ پھر رنجیت نے بمل پر دوسری ضرب لگائی، پھر یکے بعد دیگرے ضربیں پڑتی چلی گئیں تو وہ بے جان سا ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ رنجیت نے لکڑی کا کندا ایک طرف پھینک کر بمل گپتا کی نبض دیکھی کہ زندہ ہے یا مر گیا، پھر اس نے چلا کر دشواناتھ سے کہا۔ "یہ بہت سخت جان ہے، ایسے نہیں مرے گا...... چھری لاؤ۔"

دشواناتھ نے وہ چھری اٹھا کر رنجیت کی طرف بڑھا دی جس سے سریتا پھل کاٹتی، جانور ذبح کرتی اور مچھلی کے قتلے بناتی تھی۔

رام داس دہشت زدہ انداز میں چیخا۔ "نہیں، نہیں...... اس پر ایسا ظلم نہ کرو، اسے جان سے نہ مارو، اگر اسے مار دو گے تو پھر کبھی یہاں سے واپس نہ جا سکو گے۔ بھگوان کے لئے اس پر رحم کھاؤ۔"

اس کی بات پر رنجیت نے دھیان نہیں دیا لیکن دشواناتھ کو رام داس کی بات کا ادراک ہو گیا تھا، جس طرح بمل گپتا انہیں یہاں لایا تھا، اسی طرح وہ واپس بھی لے جا سکتا تھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی، تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

رنجیت نے بلا جھجک چھری بمل گپتا کے گلے پر رکھ دی تو رام داس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ یہ دل خراش منظر کیسے دیکھ سکتا تھا۔

وہ بمل گپتا کی گردن پر اس وقت تک چھری پھیرتا رہا جب تک گردن تن سے الگ نہ ہو گئی۔ اب اس کی گردن ایک طرف پڑی تھی اور سر بریدہ لاش دوسری طرف......

"اس کا کیا کریں؟" پرساد نے رام داس کی طرف دیکھتے ہوئے رنجیت سے کہا۔ "کیا اسے بھی ذبح کرو گے؟ یہ اس قابل تو ہے کہ......"

"ہاں، ہاں! مجھے بھی مار دو۔" رام داس نے پرساد کی بات کاٹ کر غصے سے بھرے لہجے میں کہا۔ "لیکن میری ایک بات سن لو۔ زندہ تم لوگ بھی نہیں بچو گے۔ جنگل کے درندے تمہیں چیر پھاڑ کر کھا جائیں گے۔ واپسی کا راستہ صرف میں اور بمل گپتا جانتے ہیں...... ایک تو مر گیا دوسرا زندہ ہے۔ تم میں سے کسی کو ایک قدم چلنے کا تجربہ نہیں، جنگل میں سمت کا تعین کرنا تم کیا جانو۔"

رام داس بے ربط انداز سے بولتا گیا۔ اس کے سینے میں سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ اس کے پاس بندوق نہیں تھی، بندوق ایک کونے میں رکھی ہوئی تھی جو اس سے دس قدم دور تھی، وہ اٹھاتا کیسے...... اٹھانے جاتا تو اس کا قصہ ختم کر دیا جاتا۔

رنجیت نے خون آلود چھری اٹھائی۔ وہ اس کی دھار دیکھتا ہوا رام داس کی طرف اس انداز سے بڑھا جیسے وہ اسے بھی بمل گپتا کی طرح ذبح کر دے گا۔ وہ اسے ایک قصاب کی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں درندگی تھی، پھر اس نے رام داس کی نظروں کے سامنے چھری لہرائی اور کہا۔ "تم بے فکر رہو، میں تمہیں ذبح نہیں کروں گا بلکہ تمہارے تجربے سے ہم فائدہ اٹھائیں گے دوست...... سیدھی سی بات ہے، تم ہماری مدد کرو اور ہم تمہاری مدد کریں گے۔ ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے محتاج ہیں...... ہیں نا؟"

رام داس نے جواب دینے کی بجائے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے کوئی خوش فہمی نہیں تھی۔ وہ صرف اس وقت تک زندہ تھا جب تک رنجیت اور اس کے ساتھیوں کو اس کی ضرورت تھی۔ بس اسے ایک امید تھی کہ شاید اس سے پہلے ہی کہ انہیں ضرورت پوری ہونے کا احساس ہو، وہ ان کے چنگل سے گلو خلاصی حاصل کر لے مگر ٹانگوں سے محروم اپاہج اپنی کامیابی کی جتنی امید کر سکتا تھا، بس اتنی ہی امید رام داس کو تھی۔

موت کی وادی سے واپسی کیلئے انہیں کسی لمبی چوڑی تیاری کی حاجت نہیں تھی۔ سفر کے دوران انہیں خورونوش کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ انہوں نے پھلوں اور خشک گوشت سے چند تھیلے بھر لئے۔ سریتا نے ہرن کا گوشت نمک مرچ لگا کر خشک کر کے جوڑ رکھا تھا، وہ وافر مقدار میں تھا۔ انہوں نے تھیلے بھر کے سریتا کے تربیت یافتہ خچر پر لاد لئے، اس پر رام داس کو سوار کرایا، پھر وہ وادی سے چل پڑے۔

باہر نکلنے کے لئے چشمے والی دراڑ مشکل ثابت نہیں ہوئی تھی جتنی داخل ہوتے وقت محسوس ہوئی تھی۔ ساری مشکل رام داس اور خچر کو کھائی پار کرانے میں پیش آئی تھی۔ اتنی مشکل پیش آئے گی، اس کا انہیں اندازہ نہ تھا۔ انہیں پہلے کھائی میں اترنا پڑا تھا، پھر دوسری طرف سے انہیں رسیوں کی مدد سے کھینچا گیا تھا۔ رام داس کو کھینچنا اتنا مشکل نہیں تھا مگر خچر کو کھینچنا ایک تکلیف دہ امر ثابت ہوا۔

باقی سفر آسان رہا جس کی انہیں امید نہیں تھی۔ ان کا خیال تھا کہ دلدلی علاقہ پار کرنا اور پھر راستے میں سانپوں سے واسطہ پڑے گا لیکن انہیں راستہ صاف ملا۔ وہ بہت خوش تھے کہ رام داس انہیں صحیح سمت لے جا رہا ہے اور ایسے راستے سے لے جا رہا ہے کہ جہاں خطرات نہیں تھے۔

ادھر رام داس کا ذہن سفر کے دوران ایسی تدبیر سوچ رہا تھا کہ ان کے چنگل سے نکلنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ وہ تینوں واپس جا کر پرتعیش زندگی کے سپنے دیکھ رہے تھے اور اس کے متعلق باتیں کرتے رہے تھے۔ ایک طرح سے وہ اس سے غافل تھے لیکن رام داس یہ دیکھ رہا تھا کہ جنگل کب اور کتنی دیر میں ختم ہوگا۔ اس کے ذہن میں ان تینوں سے جان بچانے کی تدبیر آگئی تھی۔

جیسے ہی رام داس کو اندازہ ہو گیا کہ جنگل ختم ہونے میں زیادہ فاصلہ باقی نہیں رہا، اس نے گھوڑے کی طرح خچر کو دوڑایا۔ خچر کو چونکہ سریتا نے بہت اچھی طرح سدھایا ہوا تھا، اس لئے وہ ایک گھوڑے کی طرح سرپٹ بھاگا کہ وہ دیکھتے اور چلاتے رہ گئے۔

"رنجیت!" پرساد ہذیانی انداز سے چیخا۔ "یہ کمینہ بھاگ نکلا، وہ دھوکا دے گیا، میں نہ کہتا تھا کہ اس پر بھروسہ نہ کرو۔"

جب تک رنجیت اس کا نشانہ لینے کے لئے بندوق سیدھی کرتا، رام داس کا خچر دھول اڑاتا، درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے غائب ہو چکا تھا۔ رنجیت نے فائر کرنے سے احتراز کیا کیونکہ دھول اور جھاڑیوں کی وجہ سے صحیح سمت کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

دشواناتھ نے کہا۔ "میں اور صفدر اس کے تعاقب میں جا رہے ہیں۔ تم یہ سامان سنبھالو، وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔"

"تمہارا خیال درست نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خچر کس تیز رفتاری سے دوڑا جیسے ریس کا گھوڑا ہو۔" رنجیت نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اس نے اب تک میل ڈیڑھ کی مسافت طے کر لی ہوگی، اب تعاقب کرو گے تو اس کی گرد بھی نہیں پا سکو گے۔"

"یہ بہت ہی برا ہوا۔" دشواناتھ نے فرش پر بڑے زور سے پیر پٹخا۔ "یہ ہماری غلطی سے ہوا، ہم یہ سمجھ کر اس سے غافل ہو گئے تھے کہ وہ معذور ہے اور ہمیں ذرہ برابر بھی یہ خیال نہیں آیا کہ وہ خچر پر سوار ہے اور ہمیں کسی وقت بھی جل دے کر فرار ہو سکتا ہے۔"

"زیادہ افسوس نہ کرو۔" رنجیت نے ہنس کر کہا۔ "وہ نالی میں رینگنے والے کیڑے کی طرح ہے، ہم سے بچ کر کہاں جائے گا؟"

"افسوس کیوں نہ کریں؟" پرساد نے تکرار کے انداز میں کہا۔ "وہ صاف بچ کر نکل گیا اور تم نہ جانے کس خوش فہمی میں مبتلا ہو؟ رام داس کو بچہ نہ سمجھو، وہ بڑا گھاگ قسم کا ہے، اتنا بڑا کاروبار وہ ایسے ہی نہیں چلا رہا۔ اب وہ ہماری دسترس سے نکل چکا ہے۔"

"اس کا پاسپورٹ اور تمام کاغذات ہمارے پاس موجود ہیں۔" رنجیت معنی خیز انداز سے مسکرایا۔ "ان کے بغیر وہ یہاں سے نہیں جا سکتا۔"

انہیں تو بعد میں پتا چلا تھا کہ رینگنے والا کیڑا پہلے ہی ہاتھ کی صفائی دکھا چکا تھا اور ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو سکی تھی۔ کسی وقت جب وہ گہری نیند سو رہے تھے تو رام داس نے ان کے سامان کی تلاشی لے ڈالی تھی۔ ان کی اپنی اپنی چیزوں کے علاوہ اس نے بڑی خوبصورتی سے ہیروں کی ایک تھیلی بھی اڑا لی تھی۔

☆......☆......☆

"بمل گپتا کی موت کی یقین کی وجہ؟" سریتا نے پوچھا۔

سدھیر نے جواب دینے سے قبل ایک لمحے سوچا۔ کیا وہ سارا قصہ سریتا کو سنا دے...... نہیں...... وہ اس سے سخت متنفر ہو جائے گی، بمل گپتا کی موت کا انتقام لے گی۔ اس نے بمل گپتا کو جس درندگی اور بے رحمی سے ذبح کیا تھا، اسے کوئی بھی شخص سن کر نفرت اور غصے کا اظہار کرے گا۔

"میں بتاتا ہوں۔" سدھیر نے ایک لمبا سانس لیا۔ "بمل گپتا کی لاش ہم نے پتھروں سے نکال کر اس کی سمادھی بنا دی تھی جو آج بھی وہاں ہوگی۔"

سریتا نے کچھ کہنے کے ارادے سے منہ کھولا لیکن کچھ سوچ کر خاموش ہو گئی۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے سدھیر کی بات کا یقین نہیں آیا ہے۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ بمل بابا کی موت کان کے پتھروں سے واقع نہیں ہوئی ہوگی، انہیں رنجیت نے یقیناً قتل کر دیا ہوگا بلکہ ان کی موت میں اس کے ساتھیوں کا بھی ہاتھ ہوگا کیونکہ بمل بابا نے ان بھیڑیوں سے اس کی عزت بچائی تھی۔

"تو پھر دو دن کی مہلت دے رہی ہو؟" سدھیر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم سے دو دن بھی صبر نہ ہو سکے؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔"

"تم دو دن کے لئے مجھ پر بھروسا کر سکتے ہو۔" سریتا نے اسے یقین دلایا۔ "میں تمہیں زبان دے چکی ہوں، میں زبان کی بڑی پکی ہوں۔"

سدھیر، سریتا کے ہاں سے رخصت ہو کر گھر پہنچا۔ اس نے راستے ہی میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ پھر ایک بار اپنا نام اور شہر بدل لے گا۔ ہندوستان بہت بڑا ملک ہے، کسی بڑے شہر میں روپوش ہو جانے پر سریتا کے فرشتے بھی اسے تلاش نہیں کر سکیں گے۔

اس نے اپنا بیشتر سرمایہ قیمتی تمسکات میں لگا رکھا تھا جس سے اسے ایک لگی بندھی آمدنی ہو جاتی تھی۔ ایک آسانی اور سہولت یہ تھی کہ وہ ان تمسکات کو کسی بھی وقت نقدی میں تبدیل کر سکتا تھا۔ تمسکات کسی بھی بینک میں کیش کرائے جا سکتے تھے البتہ اسے انہیں بینک لاکرز سے نکالنا ضروری تھا، اسی لئے لاکر اس نے اپنے نام سے لیا ہوا تھا۔

اس کا بزنس ایسا تھا کہ وہ کھڑے کھڑے اس کا سودا کر سکتا تھا لیکن عجلت کی صورت میں اسے نقصان ہوتا یعنی رقم کم ملتی مگر خوش قسمتی سے ایک پارٹی اس کے کاروبار میں دلچسپی لے رہی تھی۔ صرف دو دن قبل اس پارٹی نے اسے جو آفر دی تھی، اس میں نقصان نہیں بلکہ منافع تھا۔

سریتا نے اسے جو دو دن کی مہلت دی تھی، وہ سرمایہ سمیٹنے کے لئے کافی تھی۔ وہ اپنا سارا کاروبار فروخت کر کے اس شہر سے نکل سکتا تھا۔ اگر ان دو دنوں میں رام داس کا پتا چل گیا، وہ اس سے نمٹ لے گا، حساب بے باق کر لے گا۔ یہ بہت ضروری تھا ورنہ اس کے سینے میں ایک پھانس چبھی رہے گی۔ رام داس سے دو دو ہاتھ کرنے اور نئی شخصیت اختیار کرنے کے بعد تو وہ تمام خطرات پرانی شخصیت کے ساتھ زندہ چھوڑ جاتا۔ اس نے اگلے دو دن سرمایہ یکجا کرنے میں صرف کئے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ سریتا کی بھی تفتیش کرنے میں لگا ہوا تھا کیونکہ اس کے دل کے کسی کونے میں یہ شک پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں سریتا ہی ان شرارتوں کی ذمے دار نہ ہو جو اچانک اس کے ساتھیوں کے لئے مشکلات کا سبب بن گئی تھیں مگر اس کی چھان بین سے یہ بات صاف ہو گئی کہ سریتا ایک ماہ سے شنکر کے یہاں مقیم تھی۔ وہ شاذ و نادر ہی مکان سے باہر نکلتی تھی۔ جب بھی وہ نکلتی، اکیلی نہ ہوتی تھی، اس کے ساتھ ارملا چوہدری یا شنکر ہوتے البتہ وہ کبھی کبھی ٹیلیفون پر اپنے ملازم کو ہدایات دیتی رہتی تھی جو اس کے کرائے پر لئے ہوئے مکان کی دیکھ بھال اور جھاڑ پونچھ کرتا تھا۔

اس مکان کے بارے میں سدھیر نے جو معلومات حاصل کی تھیں، وہاں ملازم کے سوا مہینے بھر سے محلے اور اڑوس پڑوس والوں کو کوئی اور نظر نہیں آیا تھا، نہ انہوں نے کسی کی آمد و رفت دیکھی تھی۔ جب اس کا اطمینان ہو گیا تو وہ خود اسٹوڈیو گیا تا کہ یہ دیکھ سکے کہ اسٹوڈیو میں سریتا اور شنکر کی تصویر ڈسپلے ہے یا نہیں؟ تصویر کے بارے میں سریتا نے جو کچھ کہا، اس میں مبالغہ نہیں تھا۔ اس نے اسٹوڈیو کے ڈسپلے کاؤنٹر پر اس کی اور شنکر کی تصویر نمایاں دیکھی تھی۔ اس نے اسٹوڈیو والے سے اس تصویر کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا تھا کہ وہ اجازت کے بغیر اس شرط پر دے سکتا ہے کہ اسے اپنا نام، پتا دینا ہوگا، اسے رشتے داری بھی ظاہر کرنی ہوگی۔ یہ سن کر وہ چلا آیا تھا۔

دوسرے دن جب اس کی تیاری تقریباً مکمل ہو چکی تھی اور وہ نئے نام سے اگلے دن کے لئے ریلوے کی نشست بک کرا کے لوٹا۔ اس نے مدراس شہر کا انتخاب کیا تھا جو یہاں سے ڈیڑھ ہزار میل دور تھا۔ اب مدراس کا نام چنائے ہو گیا تھا۔ اس نے منصوبہ بنایا تھا کہ وہاں کچھ دنوں کے بعد پاسپورٹ بنوا کر کولمبو چلا جائے گا جو سری لنکا کا دارالخلافہ ہے لیکن دوسری طرف اس کا دل ہندوستان سے کہیں اور جانے کو نہیں کر رہا تھا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ مخبر کا فون آیا۔ اس نے رام داس کے بارے میں بتانے کیلئے فون کیا تھا۔ "کیا اطلاع ہے؟" اس نے پوچھا۔

"آج رام داس صاحب کا فون آیا تھا۔" رام داس کے ہوٹل کے سوئچ بورڈ کے آپریٹر نے کہا۔ "اس نے جنرل منیجر سے بات کرنی چاہی تھی، وہ کسی کام سے کہیں گئے ہوئے تھے، اس لئے صاحب نے مجبوراً اپنا ٹیلیفون نمبر میرے پاس چھوڑ دیا اور تاکید کی کہ ان کے آتے ہی رابطہ کرا دوں۔"

"مجھے ان کا فون نمبر نہیں بلکہ پتا چاہئے۔" سدھیر نے برہمی سے کہا۔ "فون نمبر میرے لئے کسی کام کا نہیں۔"

"میں وہی آپ کو بتا رہا ہوں، نمبر ہماری ایک ساحلی ہٹ کا ہے، اس لئے مجھے پتا چلانے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔" آپریٹر جلدی سے بولا۔ "رام داس جب بھی وقت گزاری کے لئے جانے کا سوچتے ہیں تو اسی ہٹ میں جا کر قیام کرتے ہیں۔"

پھر آپریٹر نے اسے ہٹ کا نمبر بتا دیا اور وہاں کا فون نمبر بھی لکھوا دیا تھا لیکن اسے فون نمبر کی قطعی ضرورت نہ تھی۔

سدھیر نے ریسیور رکھ دیا۔ اسے اس وقت تردد ہو رہا تھا۔ وہ ایک دوراہے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ ایک طرف اس کا دل کہتا تھا کہ وہ سریتا اور رام داس سے متعلق ساری اگلی پچھلی باتیں بھول جائے اور رات آرام سے گزار کر جس شہر کو جا رہا ہے، وہاں چلا جائے۔ کل کی صبح اس کی نئی زندگی کا آغاز کرے گی۔ اس کے پاس اتنی دولت ہے، وہ اس کی دو پشتوں کے لئے بھی کافی ہے۔

مگر رام داس نے اسے پے در پے جو بے وقوف بنایا تھا، وہ ایسا زخم تھا جو اس وقت مندمل نہیں ہو سکتا تھا جب تک وہ اس کو موت سے ہمکنار نہ کر دے۔ جنگل میں جب وہ اسے اپنا محتاج سمجھ رہے تھے اور وہ موقع پا کر بھاگ نکلا تھا اور ہیرے بھی لے گیا تھا جو لاکھوں کی مالیت کے تھے۔ اگر وہ نہ بھاگتا تو جنگل کے ختم ہوتے ہی اسے مار کر کسی گڑھے میں لاش دفن کرنے کا منصوبہ بنا چکے تھے لیکن پنچھی اڑ گیا تھا اور پھر اس نے اپنے آدمیوں کی مدد سے اس کے دو پرانے ساتھیوں کو موت کی نیند سلا دیا تھا۔ کون جانے وہ اسے بھی چھوڑے گا یا نہیں...... جب تک رام داس زندہ ہے، اسے ہمیشہ دھڑکا لگا رہے گا۔ وہ مدراس، بنگال اور آسام کیا، سری لنکا بھی کیوں نہ چلا جائے، وہ اس کی نئی شخصیت کا پتا چلا لے گا اور اسے بھی ٹھکانے لگا دے۔ رام داس کو بھی اس کی طرف سے جان جانے کا خطرہ ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ کہیں اسے بھی رنجیت، بمل گپتا کی طرح ذبح نہ کر دے۔

بڑی دیر تک سوچ بچار کے بعد اس نے رام داس کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کام کے لئے اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا تھا۔ رام داس اپنی دانست ایک چوہے کی مانند بل میں گھسا بیٹھا تھا اور اس بل کو اس کے لئے چوہے دان بنایا جا سکتا تھا۔ یہ درست ہے کہ رام داس کی حفاظت کے لئے تین چار بدمعاش محافظ بنے ہوئے ہوں گے...... ہوا کریں، وہ پچاس بدمعاشوں کی حفاظت میں کیوں نہ ہو، تب بھی وہ اس کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا۔ اس کے ذہن میں ایک ایسی تدبیر آئی تھی جس سے سانپ بھی مر جائے گا، لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔

سدھیر نے جلدی جلدی دو تین جگہ ضروری فون کئے، پھر اس نے تمسکات اور نوٹوں سے بھرا ہوا سوٹ کیس آہنی سیف میں محفوظ کر دیا۔ ریوالور نکال کر اسے لوڈ کیا اور گولیوں کا پیکٹ جیب میں رکھ کر گاڑی کی طرف چل دیا جو بنگلے کے کمپاؤنڈ میں کھڑی تھی۔

سمندر کی طرف جانے والی سڑک پر ایک درخت کے نیچے کھڑی ہوئی گاڑیوں میں دو افراد بیٹھے تھے، وہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔ اس نے دونوں کو فوری طور پر ہدایات دیں۔ وہ دونوں آدمی اس قسم کے کاموں میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور ہر طرح سے قابل بھروسا تھے۔

سمندر کے قریب جا کر اس نے ایک ہٹ کے عقب میں اپنی گاڑی پارک کر دی۔ وہ ہٹ خالی تھا، اس کی گاڑی بھی محفوظ تھی، پھر وہ دس منٹ میں دوڑتا ہوا مطلوبہ ہٹ کے عقب میں پہنچ گیا اور اپنی سانس پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

اس نے ایک ایسی جگہ پوزیشن لے لی جہاں سے سڑک دور تک نظر آرہی تھی۔ یہ ہر لحاظ سے بہترین پوزیشن تھی۔ اس کا منصوبہ تھا کہ جیسے ہی اس کے ساتھی رام داس کے ہٹ کے قریب پہنچیں گے، وہ ہٹ کی عقبی کھڑکی سے اندر اتر جائے گا جو اسے دور سے ہی کھلی نظر آرہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس دیکھیں جو تیزی سے ہٹ کی طرف آرہی تھیں۔ اس کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی اور پیشانی پر پسینہ چھلک آیا کیونکہ عمل کا وقت آگیا تھا۔ ایسے وقت اسے ہمیشہ ایک سنسنی آمیز جوش کا احساس ہوتا تھا جو اسے اپنے سارے جسم میں بجلی کی لہر کی رو کی مانند دوڑتا ہوا محسوس ہوتا اور وہ مستعد ہو جاتا تھا۔

لیکن فوراً ہی اس کا سارا جوش ایک دم سے سرد پڑ گیا تھا۔

اچانک گاڑی کے بریک چرچرائے اور وہ بنگلے سے تقریباً نصف فرلانگ ہی ادھر رک گئی۔ یہ کیا......؟ وہ حیران تھا۔

پھر اس نے دیکھا، گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں اس نے کسی کو گاڑی کے سامنے کھڑا دیکھا۔ دور سے ہی سدھیر کو ایسا لگا تھا جیسے وہ آدمی ایک طرف دوڑتا چلا گیا ہو لیکن چند لمحوں کے بعد ایک دھماکے سے اس کی گاڑی کے پرخچے اڑ گئے۔

پھر سدھیر کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ دوڑتے آدمی کے ہاتھوں نے یقیناً حرکت کی ہوگی۔ گاڑی کو اڑانے کے لئے دستی بم استعمال کیا گیا تھا۔ یہ دھماکے کی آواز سے صاف ظاہر تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی آگ کے شعلوں میں گھر گئی تھی۔ اسی آگ کی روشنی میں اسے بم پھینکنے والا پراسرار آدمی ایک مرتبہ پھر گاڑی کے پاس نظر آیا۔ وہ شاید یہ اطمینان کرنا چاہتا ہوگا کہ اس نے جو کارنامہ انجام دیا ہے، وہ بحسن و خوبی انجام پا گیا یا نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی کسر رہ گئی ہو، کوئی کسر اگر رہ گئی ہے تو اسے پوری کر لے۔

ایک لمحے کے لئے سدھیر کو ایسا لگا جیسے وہ آدمی ٹھٹک کر اس کی طرف مڑا ہو۔ اس نے اس پراسرار آدمی کا انداز بھی واہمہ سمجھا تھا، اس لئے کہ اتنی دور سے اس کی موجودگی کا احساس کرنا خاصا مشکل تھا۔

گاڑی کے آگ کے شعلوں نے دن کا سا اجالا کر دیا تھا اور اس روشنی میں سدھیر نے اسے اچھی طرح پہچان لیا تھا۔ یہ واہمہ نہ تھا، پھر وہ اسے پہچان کر سناٹے میں آگیا تھا۔ اسے لگا جیسے اس پر کوئی بجلی سی گری ہو۔ وہ سکتے کی سی حالت میں اسے دیکھ رہا تھا اور اسے اپنی رگوں میں خون جمتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

گویا وہ اب تک اندھیرے میں تھا۔ اچھا ہوا آج وہ نظر آگیا۔ اب اسے بہت ہوشیار اور چوکنا رہنا تھا۔

اس کا دشمن اپنے مخصوص انداز میں تیزی سے دوڑتا ہوا درختوں کی آڑ میں غائب ہو گیا۔

چند لمحوں کے بعد ایک گاڑی ان درختوں کی آڑ سے نکلی۔ اس کی رفتار تیز تھی اور پھر وہ اسی تیز رفتاری سے شہر کی طرف چلی گئی لیکن سدھیر اپنی جگہ سے ہلا اور نہ ہی اس نے جنبش کی، اس لئے کہ دشمن کا کوئی بھروسا نہیں تھا، وہ پلٹ بھی سکتا تھا۔

تھوڑی دیر تک وہ انتظار کرتا رہا کہ شاید دشمن لوٹ کر آئے، اس لئے اس نے ریوالور بھی نکال لیا تھا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ اس کا خطرناک ترین دشمن لوٹ کر نہیں آئے گا تو وہ جیب میں ریوالور ٹھونستا ہوا گاڑی کی طرف لپکا جو تھوڑے فاصلے پر اس نے چند منٹ پہلے چھوڑی تھی۔ اسے اس بات کی کوئی جلدی نہیں تھی کہ اس کا دشمن اس کے ہاتھوں سے نکلا جا رہا تھا۔ وہ جلد بازی سے معاملہ خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ کہاں جائے گا؟ اس لئے وہ جب چاہے اسے پکڑ سکتا تھا۔

اسے سریتا کے بنگلے کا پتا معلوم تھا جو اس نے کرائے پر لے رکھا تھا اور وہ اس علاقے سے اچھی طرح واقف تھا جہاں وہ بنگلہ واقع تھا۔ اس نے علاقے میں داخل ہوتے ہی گاڑی قدرے دور چھوڑ دی اور پھر پیدل ہی اس بنگلے پر پہنچا۔

بنگلہ تاریکی کی آغوش میں سمٹا ہوا تھا۔ پورچ میں اسے گاڑی نظر نہیں آئی مگر اس کا دشمن چونکہ ایک خطرناک آدمی تھا، اس لئے جتنی بھی احتیاط کی جاتی، کم تھی۔ اسے پھونک پھونک کر قدم رکھنا تھا۔ اس نے اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ اسے خیال آیا کہ کہیں اندر روشنی گل کر کے کوئی سو تو نہیں رہا۔ یہ معلوم کرنا اشد ضروری تھا۔

وہ عقبی حصے سے بنگلے میں اترا اور اس نے ایک ایک کمرا چیک کیا۔ اس نے باہر سے ہی کھڑکی سے جھانک کر دیکھا تھا۔ اب اسے مجبوراً اپنے دشمن کی واپسی کا انتظار کرنا تھا، اس لئے وہ گھات لگا کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ دشمن کو موت کے گھاٹ اتارے بغیر جانا نہیں چاہتا تھا۔

اذیت اور کربناک انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی گئیں۔ کئی بار اس نے مایوس ہو کر سوچا کہ شاید وہ اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔ اسے یہ خیال بھی آیا کہ شاید دشمن کو بنگلے میں اس کی موجودگی کا پتا چل گیا ہے، اس لئے فی الوقت ادھر کا رخ نہیں کر رہا، وہ اسے پھانسنے اور مارنے کے لئے جال بچھا رہا ہے۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ وہ تھوڑی دیر اور انتظار کر کے چلا جائے گا...... نہیں، نہیں...... اس کے اندر سے آواز آئی۔ ایسا ہرگز مت کرنا، تمہارا دشمن موذی سانپ سے کہیں زیادہ خطرناک ہے، وہ زندہ رہا تو پھر تم زندہ نہ رہ سکو گے۔

وہ ان سوچوں میں غرق تھا کہ آخر کار اسے باہر گاڑی رکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ سنبھل کر بیٹھ گیا۔ اس کا اندازہ درست ثابت ہوا تھا کہ دشمن یہاں ہی آئے گا۔

کوئی گاڑی سے اترا تھا، پھر قدموں کی چاپ بیرونی دروازے تک پہنچی، دروازے کے تالے میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی، پھر دروازہ ہلکی سی آواز سے کھلا اور کوئی کمرے میں داخل ہوا۔

سدھیر کے دل کی دھڑکن تیز ہوئی، اس کی پیشانی عرق آلود ہو گئی تھی، اس نے ریوالور پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کی اور اپنے دشمن کو چھاپ لینے کے لئے تیار ہو گیا۔

اگلے لمحے قدموں کی چاپ خواب گاہ کے دروازے تک پہنچ گئی، پھر دروازہ کھلا اور کسی نے اندر جھانکا۔

سدھیر دیوار سے چپک گیا اور اس نے سانس روک لی۔ چند لمحوں کے بعد اسے ایسا محسوس ہوا کہ ساری کائنات پر ایک بوجھل سا سکوت چھا گیا ہے، پھر دروازے کی چٹخنی چڑھانے کی آواز آئی اور کمرا روشنی میں نہا گیا۔

سوامی مسہری پر بیٹھا ہی تھا کہ سدھیر کی کرخت آواز سن کر اس طرح اچھل پڑا جیسے اسے کرنٹ لگا ہو۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دو سوامی......" سدھیر نے اسے حکم دیا۔

"اوہ تو...... تم نے مجھے پا ہی لیا؟" سوامی نے خوفزدہ ہونے کی بجائے مسکرا کر کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ تم دشواناتھ اور پرساد کی طرح آسانی سے نہیں مرو گے۔ دیکھو میرا اندازہ کتنا درست نکلا۔"

"میں قدرتی موت مرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" سدھیر نے جواب دیا۔ "اس لئے اب تک زندہ ہوں۔"

"ارادہ تو ان دونوں کا بھی یہی تھا لیکن آدمی نہیں جانتا کہ اس کی موت کس طرح ہوگی مگر دشواناتھ کا گلا غیر قدرتی انداز میں کٹا...... پرساد کے چیتھڑے بھی غالباً قدرتی انداز میں نہیں اڑے تھے۔" سوامی نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔

"تم نے اور سریتا نے مل کر مجھے خوب بے وقوف بنایا۔" سدھیر نے خشونت آمیز لہجے میں کہا۔

"اس نے تمہیں کیا بے وقوف بنایا؟" سوامی نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔ "وہ گڑیا تو بڑی سیدھی سادی اور معصوم سی ہے۔"

"وہ کتنا فطری انداز میں تمہارے مرنے کا ذکر کر رہی تھی اور مجھے اس کی بات کا یقین کرنا پڑا۔" سدھیر نے جواب دیا۔

سوامی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا، اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ غضبناک ہو کر بولا۔ "تہذیب تو تمہیں چھو کر بھی نہیں گئی، ایک معصوم لڑکی کو گالیاں دیئے بغیر بھی اس کے متعلق کچھ کہہ سکتے تھے۔"

"معصوم؟" سدھیر طنزیہ انداز میں ہنسا۔

"ہاں...... سریتا اس لئے معصوم ہے کہ اسے نہیں معلوم کہ میں زندہ ہوں۔" سوامی نے بڑے وثوق سے کہا۔

سدھیر نے غیر یقینی نظروں سے اسے دیکھا اور بولا۔ "کیا تم مجھے بے وقوف سمجھتے ہو؟"

"رنجیت عرف سدھیر...... تم بہت تیز اور شاطر ہو۔" سوامی نے منہ بنا کر کہا جیسے کڑوی گولی نگل رہا ہو۔ "میں نے پہلی مرتبہ تمہیں دیکھ کر اندازہ لگا لیا تھا لیکن یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ میں سریتا سمیت موت کی وادی سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرا دوبارہ گزر موت کی وادی میں نہیں ہوا مگر میں نے یقین کر لیا تھا کہ تم تینوں بدمعاشوں کا مقابلہ میرا شریف ساتھی نہیں کر سکے گا...... پانچ برس، پورے پانچ برسوں سے انتقام کی آگ سینے میں دبائے سلگتا رہا۔ میں نے اپنے دوست کو خط لکھ کر اپنے شبہے کی تصدیق کر لی، پھر میں نے اسے تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی تفصیل لکھ بھیجی۔ اس نے کچھ عرصے بعد ہی رام داس کا پتا چلا لیا۔ واپس آتے ہی میں نے اس سے رابطہ قائم کیا تو ان زیادتیوں کا علم ہوا جو تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے میرے دوست کے ساتھ کی تھیں۔

رام داس نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے کس بے رحمی اور درندگی سے میرے پیارے دوست کو ایک جانور کی طرح ذبح کیا، تمام باتیں معلوم ہونے کے بعد میں نے تم سے بھیانک انتقام لینے کے لئے جامع منصوبہ بنایا، اس پر نہایت ہوشیاری سے عمل کرنا ضروری تھا، ذرا سی بھی غلطی سے یقیناً میں اور سریتا خطرے میں پڑ جاتے کیونکہ تم ایک خطرناک اور بدترین دشمن تھے، سریتا کو خطرے میں ڈالنا مجھے کسی قیمت پر منظور نہ تھا، اس لئے میں نے موت کا ڈراما کھیلا، ایک تازہ لاوارث لاش ایک سرکاری اسپتال سے خریدی گئی، اسے اپنا لباس پہنا کر اچھی طرح کچلا گیا کہ وہ شناخت کے قابل نہ رہے۔

حسب توقع ڈراما کامیاب رہا۔ اس چکر میں سریتا اور شنکر قریب آگئے تو میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو شدت سے چاہتے ہیں۔ وہ ایک اچھا جوڑا ثابت ہوں گے۔ شہر میں دشواناتھ کا پتا معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ امرلعل کا نام اس پاسپورٹ میں درج تھا جس نے ایکویڈور کا سفر کیا تھا۔ پہلے دن سر کٹے بھوت کا ڈراما اس لئے کھیلا گیا تھا کہ دشواناتھ یا امرلعل خطرہ محسوس کر کے تمہیں بلا لے یا خود تمہاری طرف دوڑ پڑے، پھر بھی یہ ضروری تھا کہ اس کی موت اس طرح ہو جس طرح بمل گپتا کی موت واقع ہوئی تھی۔ مطلب یہ کہ اس کا گلا بھی دھڑ سے الگ ہو۔ اس میں انتقامی جذبے کی شدت کا بھی دخل تھا اور تمہیں خوفزدہ کرنا بھی مقصود تھا۔

لاش کے لباس میں ٹیپ ریکارڈر چھپا دیا گیا تھا تا کہ تم فوری طور پر سوچنے لگو کہ دشواناتھ یا امرلعل کو قتل کرنے والا وہی تھا۔ دھماکے کی ضرورت اس لئے تھی کہ تم وہاں سے بوکھلا کر بھاگو...... تمہیں ایک لمحے کے لئے بھی یہ خیال نہ آئے کہ تمہارا کوئی پیچھا بھی کر سکتا ہے۔ بے شک میں یہ سب کچھ کرنے کے لئے وہیں ٹھہرا رہا تھا مگر میرے ساتھی نے بڑی ہوشیاری سے تمہارا پیچھا کیا تھا۔ دیکھو میری ترکیب کیسی کامیاب رہی، تم چکر میں آگئے، سر بریدہ لاش دیکھ کر تمہارا دھیان فوراً ہی رام داس کی طرف گیا، تمہاری دانست میں وہی ایک ایسی زندہ شخصیت تھی جسے سر بریدہ لاش کی کہانی معلوم تھی اور کوئی دوسرا نہیں جانتا تھا۔" سوامی سانس لینے کے لئے رکا تو رنجیت نے کچھ کہنا چاہا تو سوامی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا اور بولا۔ "پہلے تم میری پوری بات سن لو۔" پھر اس نے لمبا سانس لینے کے بعد ٹھہر ٹھہر کر کہنا شروع کیا۔ "میں نے رام داس کو ہوشیار کر دیا تھا اور اسے ایک پتا بھی بتا دیا تھا تا کہ وہ اگلے ڈرامے کے لئے اسٹیج تیار کرے، وہ تم لوگوں سے جلا ہوا تھا، اس کے دل میں تم لوگوں سے انتقام لینے کی آگ بھڑک رہی تھی، چنانچہ وہ با آسانی مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو گیا۔ تمہیں پتا چلا کر اس نے مجھے فون کر دیا اور اس نے سریتا کی تصویر خواب گاہ میں رکھ کر مسہری کے نیچے ٹیپ اور ڈائنامیٹ رکھ دیا اور خود ایسی جگہ چھپ گیا جہاں سے وہ اس خواب گاہ پر نظر رکھ سکتا تھا۔ میرا ارادہ تم میں سے ایک کو ختم کرنا تھا کہ دوسرا اس دولت تک رسائی کر سکے جو تمہارے مشترکہ تصرف میں تھی۔ میرے اندازے کے مطابق پرساد زیادہ بے وقوف ثابت ہوا۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ تمہیں قانون کا بھی خوف دلایا جاتا۔" سوامی نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔ "اس سلسلے میں مجھے مجبوراً سریتا کو استعمال کرنا پڑا، میرے دوست نے اس سے مل کر اسے تمہارے بارے میں بتایا اور پٹی پڑھائی کہ اگر وہ تم سے مل کر بلیک میل کرنے کی کوشش کرے تو تم یقیناً دس لاکھ کی رقم لے کر اس کے پاس جاؤ گے اور میرا دوست اپنے ایک جاننے والے پولیس افسر کے ہاتھوں تمہیں رنگے ہاتھوں پکڑوا دے گا۔ سریتا سے دس لاکھ کی رقم کا مطالبہ اس لئے کرایا گیا تھا کہ تم رقم ادا کرنے پر تیار نہ ہو سکو اور اس میں عافیت سمجھو کہ جو کچھ ہاتھ لگے، وہ لے کر نکل جاؤ۔"

"اس سے تمہیں کیا فائدہ ہو سکتا تھا؟" سدھیر نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔ اچانک اسے اپنی جمع پونجی کا خیال آگیا تھا جو اس کے بنگلے کے سیف میں موجود تھی مگر کیا وہ واقعی محفوظ تھی؟

"فائدہ ہو بھی گیا۔" سوامی نے ہنستے ہوئے کہا تو اسے لگا کہ جیسے اس کے خدشات کی تصدیق ہو گئی ہو۔ سوامی نے کہا۔ "مجھے یہاں پہنچنے میں دیر اس لئے ہو گئی کہ میں تمہارا سیف توڑ رہا تھا جو کچھ زیادہ ہی مضبوط تھا۔"

"تو...... تو...... تم نے میری ساری دولت......" سدھیر کا چہرہ صدمے سے سفید پڑ گیا۔ وہ اپنی بات پوری نہ کر سکا۔

"وہ سب دولت میں نے اپنے دوست کے سپرد کر دی ہے جو اپنا کمیشن کاٹ کر باقی رقم میری امانت کے طور پر آہستہ آہستہ سریتا کے نام منتقل کر دے گا۔"

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا کمینے۔" دانت پیس کر رنجیت عرف سدھیر غرایا۔

"وہ تو ظاہر ہے۔ آج جب میں نے تمہاری گاڑی اڑائی تھی تو جلتی لاشوں میں تمہاری لاش مجھے نظر نہیں آئی تھی۔ میں نے اس وقت اپنی زندگی سے ہاتھ دھو لئے تھے مگر اے ذلیل اور سانپ کی طرح زہریلے آدمی...... میں تجھے ساتھ لئے بغیر نہیں جاؤں گا، ہم ایک ساتھ ہی جائیں گے۔" سوامی نے بڑے اعتماد سے کہا۔

سدھیر نے حیرت سے سوامی کی طرف دیکھا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔

سوامی نے ایک ہاتھ فضا میں بلند کیا۔ اس میں ایک چھلا سا تھا جس کے ساتھ ڈوری بندھی ہوئی تھی۔ سوامی نے اس سے کہا۔ "یہ چھلا تمہیں نظر آرہا ہے۔ یہ ایک مضبوط ڈور کے ساتھ بم کی پن سے جڑا ہوا ہے۔ میں نے اسے پکڑ کر کھینچا اور بم پھٹا۔"

"خبردار! اپنا ہاتھ اونچا ہی رکھو۔" سدھیر نے چیخ کر کہا۔

مگر سوامی نے بڑے اطمینان سے سرخ چھلے میں انگلی ڈالی اور اسے کھینچ لیا۔ ڈوری کے سرے پر بندھا ہوا پن سدھیر نے صاف دیکھا۔ اس نے سوامی پر پے در پے کئی گولیاں چلائیں اور مڑ کر پاگلوں کی طرح دروازے کی چٹخنی کو گرانے لگا۔

سوامی لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر بے جان لاش کی طرح جھول گیا۔

سدھیر نے سوامی کے مردہ جسم کو اپنے سے جدا کرنا چاہا مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہوتا، اس کا وقت پورا ہو گیا۔

موت کی وادی کے آخری شکار...... بم کے دھماکے سے چیتھڑے کی شکل میں بکھر گئے۔ (ختم شد)